ماھنامہ
الاشرف
کراچی
دسمبر ۲۰۱۰ء
Reg.# SC 742
Web: www.ashrafia.net

بیادگار امام العارفین زبدۃ الصالحین حضرت غوث العالم
محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ

امام عالی مقام کے عظیم الشان کردار کی نصیحتیں اور ہدایتیں

رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ کردار

شہادت کی عظمت وفضیلت

وظائف اشرفیہ

رویتِ ہلال

راہ طریقت

بانی اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید محمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۰ء جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۱۲

اے اشرف زماں زمانہ مدد نما
درہائے بستہ را زکلید کرم کشا

ماھنامہ

الاشرف

کراچی

روحانی سرپرست

شیخ ملت

حضرت ابوالمحمود سید محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف امبیڈکر نگر (بھارت)

بانی

اشرف المشائخ
حضرت ابومحمد شاہ سید احمد اشرف
الاشرفی الجیلانی قدس سرہ العزیز

ایڈیٹر

ڈاکٹر ابوالمکرم سید محمد اشرف جیلانی
سجادہ نشین
درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد

سب ایڈیٹر

صاحبزادہ حکیم سید اشرف جیلانی

قیمت =/30 روپے | سالانہ =/300 روپے

اسلامی تعلیمات اور روحانی اقدار کا علمبردار

بیاد گار بزرگان محترم

غوث العالم۔ تارک السلطنت محبوب یزدانی
حضرت مخدوم میر اوحدالدین سلطان
سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ

قطب ربانی
حضرت ابومخدوم شاہ
سید محمد طاہر اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ

نگراں انتظامی امور : سید اعراف اشرف جیلانی
مشاورت : سید مصطفٰے اشرف جیلانی
سید جمال اشرف جیلانی
پروف ریڈر : محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی
اکاؤنٹس : مہتاب احمد اشرفی
ٹائٹل اینڈ ڈیزائننگ : سید وقاص علی
جناب بلال اشرفی
سرکولیشن : محمد قدیر اشرفی

مقام اشاعت

درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد
فردوس کالونی، کراچی
پوسٹ بکس نمبر: 2424۔ کراچی 74600
فون نمبر: 36686493-36623664

رجسٹرڈ نمبر ایس ایس 742

پرنٹر و پبلشر: ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی نے الاشرف آفسٹ پرنٹنگ پریس، ناظم آباد سے چھپوا کر شائع کیا

اس شمارے میں

اسلامی سال کا پہلا مہینہ .... حضرت اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ ۳

حمد و نعت .... پروفیسر عاصی کرنالی ایم۔اے ۴

آغازِ گفتگو .... (سب ایڈیٹر) ۵

درس قرآن .... علامہ مولانا حافظ مشیر احمد دہلوی مدظلہ العلی ۷

درس حدیث .... شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی ۱۰

رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ کردار .... جناب سید محمد مجتبےٰ صاحب ایم اے ۱۳

رویتِ ہلال .... پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن ۱۷

شہادت کی عظمت وفضیلت .... صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی ۲۷

امام عالی مقام کے عظیم الشان کردار کی نصیحتیں اور ہدایتیں... الحاج مولانا احمد علی صاحب ۳۰

عارف کون ہے؟ .... لطائف اشرفی سے ماخوذ ۳۴

راہ طریقت .... حضرت اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ... ۴۲

وظائف اشرفیہ .... حضرت اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ... ۴۶

اسلامی معلومات .... مخدوم زادہ سید محبوب اشرف جیلانی ۴۷

الاشرف نیوز .... سید صابر اشرف جیلانی ۴۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسلامی سال
کا
پہلا مہینہ

محرم الحرام
عظمت و
بزرگی والا مہینہ

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار مہینے ۔رجب المرجب ۔ذیقعدہ۔
ذی الحجہ اور محرم الحرام عظمت و بزرگی والے ہیں۔

حضرت اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں کے سال کی ابتداء حرمت و بزرگی والے ماہ محرم سے ہوتی ہے اور سال کا اختتام بھی بزرگی اور حرمت والے ماہ ذی الحجہ پہ ہوتا ہے کتاب الٰہی میں سال کے مہینوں کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے اور ان میں سے چار مہینوں کو عظمت و بزرگی والا بنایا گیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چار ماہ رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ بالخصوص یوم عاشورہ کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے ۔اُس روز کو ذکر وفکر عبادت میں تلاوت قرآن پاک اور روزہ کی حالت میں گزارنا چاہیئے اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیئے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ محرم الحرام اللہ تعالی کا خاص مہینہ ہے اس میں ایک قوم کی توبہ قبول ہوئی ہے۔اس ماہ میں جو کوئی توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ آیئے ہم سب یہ تہیہ کریں کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھیں گے ، اس روز تلاوت قرآن پاک کا خصوصی اہتمام کریں گے۔ صدقہ وخیرات دیں گے ، نذونیاز کریں گے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کریں گے۔اپنے مرحوم بزرگوں کی مغفرت اللہ تعالی سے طلب کریں گے اور گھر کے دوسرے افراد بھی اس کی ترغیب دیں گے اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق دے ۔آمین

حمد باری تعالیٰ

پروفیسر عاصی کرنالی ایم۔اے

مشتِ گل ہوں ، وہ خرام ناز دیتا ہے مجھے
عرش تک گنجائش پرواز دیتا ہے مجھے

کہنہ ہونے ہی نہیں دیتا وہ میری داستاں
جب بھی لکھتا ہے نیاز انداز دیتا ہے مجھے

آپ ہی رکھتے ہے میرے سامنے سربستہ راز
آپ ہی توفیق کشف ِ راز دیتا ہے مجھے

زندہ رکھتا ہے مجھے رنج و خوشی کے درمیاں
ساز دیتا ہے ، شکست ِساز دیتا ہے مجھے

شب کے پردے میں مجھے کرنا ہے انجام آشنا
دن کی صورت اک نیا آغاز دیتا ہے مجھے

جب میں لوٹ آتا ہوں دشت چارسُو کو چھان کر
دل میں چھپ جاتا ہے اور آواز دیتا ہے مجھے

دور رکھتا ہے وہ عاصی !مجھ سے ساری ذلتیں
وہ کریم اعزاز پراعزاز دیتا ہے مجھے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر عاصی کرنالی ایم۔اے

میں کہاں، فن کہاں، کمال کہاں
نعت لکھوں ، مری مجال کہاں

عشق اُن کا مسرت ابدی
اب میں آزردہَ ملال کہاں

ہم تو ہیں منزل حضوری میں
سفرِ فرقت و وصال کہاں

ان کا ہر حکم اک اٹل قانون
حکمِ حاکم میں قیل وقال کہاں

شہر طیبہ میں ، ارض ملتاں میں
کیا خبر، ہوگا انتقال کہاں

جب اُسے لوگ دیکھ سکتے تھے
لے اڑا طائرِ خیال کہاں

میری آنکھیں تو ہیں مری آنکھیں
تیرا نظارہَ جما ل کہاں

جھولیاں بھر رہی ہیں آپ ہی آپ
یعنی گنجائشِ سوال کہاں

ہم تو جنت میں جائیں گے عاصی
نارِ دوزخ کا احتمال کہاں

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

آغاز گفتگو

قارئین محترم

سب سے پہلے نئے اسلامی سال کے آغاز پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

۱۴۳۱ھ عالم اسلام خصوصاً ایشیاء کے اسلامی ممالک کے لئے انتہائی آزمائش کا سال ثابت ہوا۔ ایشیاء کے اسلامی ممالک میں پاکستان دشمنان اسلام کے ٹارگٹ پر رہا۔ یہود و نصاریٰ کی پشت پناہی حاصل کرنے والا مسلمانوں کا فرقہ خارجیہ نے اپنی سرگرمیوں سے اہل پاکستان کا جینا دوبھر کر دیا ہے اس سال ان لوگوں نے اپنے عزائم کھل کر بے نقاب کر دیئے۔ امت مسلمہ پر یہود و نصاریٰ اور ان کے آلہ کار نے پنجے گاڑ رکھے ہیں اور پوری دنیا میں اسلام کو بھیانک تصویر کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ عالمی ذرائع ابلاغ پر بالواسطہ یا بلا واسطہ یہودیوں کا قبضہ ہے امریکہ کے تقریباً تمام TV اسٹیشنز اور ریڈیو اسٹیشنز یہودی خرید چکے ہیں اور اب ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کی مسلسل کردار کشی جاری ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کے پوری دنیا میں سب سے کرپٹ قوم معاذ اللہ مسلمان ہیں۔ غیر مسلموں کی تمام دہشتگری اور کرپشن کو مسلمانوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔

مملکت خداد پاکستان دشمنانِ اسلام کی نظروں میں شروع ہی سے کھٹک رہا ہے اور اس کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے غیر مسلموں کا پروپیگنڈہ اتنا زیادہ ہو چکا ہے کہ اس سے ہمارا میڈیا بھی متاثر ہو چکا ہے ۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے اخبارتات و جرائد غیر ملکی میڈیا کی اپنے ملک میں تشہیر کر رہے ہیں۔

کسی مسلمان کی کردار کشی اس کی عزت و ناموس سے کھیلنا بغیر تحقیق الزامات کی تشہیر نے ہمارے میڈیا کو غیر مسلموں کا آلہ کار بنا دیا ہے اور وہ اس منصوبے پر کامیاب ہو گئے ہیں کہ دنیا بھر میں پاکستان کو کرپٹ ملک ثابت کریں اور یہاں کی ہر چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا چڑھا کر پاکستان کو بدنام کریں۔

اس کی ایک مثال پاکستان کرکٹ کے کھلاڑیو کی کردار کشی اور ان کو دنیا بھر میں سٹہ باز قرار دینا ہے حالانکہ ابھی تک ان پر الزام ثابت نہیں ہوسکا ابھی صرف غیر مسلموں نے الزام لگایا اور ہمارے اخبارات نے اس کی تشہیر کر دی اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

پاکستانی قوم نے بغیر تحقیق کے گدھوں کے گلوں میں ان کرکٹرز کی تصاویر ڈال کر گھمایا۔ جبکہ ہونا یہ چاہیئے تھا پاکستان کے تمام اخبارات اور چینلز اپنے کھلاڑیوں کا دفاع کرتے اور جب تک الزامات ثابت نہ ہوجاتے ان کی کردار کشی سے باز رکھا جاتا۔

اب تازہ ترین مثال علامہ حامد سعید کاظمی مدظلہ العالی کے خلاف میڈیا کی مہم ہے۔ علامہ ابھی پاکستان بھی نہیں پہنچے تھے تمام اخبارات اور چینلز نے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم شروع کردی۔ فرمایا میرے آقا جان کونین ﷺ نے کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ بغیر تحقیق کے بات آگے بڑھادے۔

اگر آج مسلمان صحافی اور تمام مسلم ذرائع ابلاغ اس حدیث کو اپنے لئے مشعل راہ بنالیں تو ان کی حلال روزی حرام نہ ہوسکے اور اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت ہوجائے اور غیر مسلموں کے آلہ کار نہ بنیں۔ آج اخبارات اور چینلز کو دیکھ کر لگتا ہے کہ پاکستان میں کوئی شریف نہیں ہے کبھی ہم نے سوچا کہ ہم کس طرف جارہے ہیں یہ ملک اس لئے بنا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی کردار کشی کریں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ہم ان چہروں کو پہچانے جو ہمارے ملک کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔

غیر ملکی میڈیا سے متاثر ہوکر ہمارے میڈیا کو ان کا آلہ کار نہیں بننا چاہیئے اور پاک صحافت کا علمبردار ہونا چاہیئے۔ علامہ حامد سعید کاظمی ایک علمی اور سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اگر ان کا دامن صاف نہ ہوتا تو وہ اپنے اوپر الزام لگانے والوں پر ہتک عزت کا دعوئی نہ کرتے اور سعودی حکومت سے متاثرین حج کے لئے چیک نہ لاتے۔ اگر مخالفین کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کریں لیکن یہ پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے پاکستان کو اب تک دل سے تسلیم نہیں کیا خصوصاً وہ کانگریسی علماء یا ان کی اولاد جنہوں نے ہمیشہ پاکستان کی مخالفت کی اور انگریزوں کا ایجنٹ رہے آج ملک کے اعلیٰ عہدوں پر ہیں اور دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور اگر خدانخواستہ ملک کی سلامتی پر حرف آیا تو سب سے پہلے یہی کانگریسی علماء اپنی عبا جھاڑتے ہوئے یہ کہیں گے کہ ہمارے بزرگوں نے تو پہلے ہی قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی ایسے ملک کو بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھے آمین۔

(سب ایڈیٹر)

درس قرآن

علامہ مولانا حافظ مشیر احمد دہلوی مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ

وہ ذات وہ ہے جس نے آپ پر کتاب (قرآن) نازل فرمائی جس میں بعض آیات واضح ہیں محکم ہیں وہ ہی آیتیں اس کتاب کی اصل اور بنیاد ہیں۔

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ

اور بعض دوسری آیتیں ہیں جو مختلف معنی کو شامل ہیں پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متلاشی رہتے ہیں ان آیتوں کے

مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ

گمراہی پھیلانے کی غرض سے ان کا مطلب معلوم کریں ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اور پختہ علم والے یوں کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت وہ ہی قبول کرتے ہیں جو صاحب عقل ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

اے ہمارے رب کجی میں مبتلا نہ کر ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد اپنے پاس سے ہم کو رحمت عطا فرما تو ہی بڑا دینے والا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے ہمارے پروردگار تو ہی لوگوں کو جمع فرمانے والا ہے اس دن۔ جس دن کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں بلا شبہ پروردگار عالم اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آپ قرآن نازل فرمایا قرآن پاک میں دو طرح کی آیتیں ہیں کچھ آیتیں محکمات ہیں یعنی انکے مطلب معنی واضح ہیں ان میں کوئی خفاء نہیں وہ آیتیں محکمات قرآن اور احکامات قرآن کی اصل بنیاد ہیں دوسری آیتیں متشابہات ہیں یعنی ان کے معنی اور مطالب مخفی ہیں جن لوگوں کے دلوں میں کجی ٹیڑھا پن ہے وہ قرآن پاک کی آیات متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو مختلف معنی متشبہ مراد ہیں تاکہ یہ لوگ دین میں شورش فتنہ تلاش کریں یعنی غلط تاویل وتوجیہ کریں اور اس کو اپنے مطلب کے معنی پہنائیں حالانکہ متشبہ المراد آیات کا صحیح مفہوم اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے برعکس جو راسخون فی العلم ہیں یعنی علم دین میں پختہ اور مضبوط ہیں۔ وہ قرآن کی متشبہ آیات میں ان کے متعلق کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہم یقین رکھتے ہیں یہ سب

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے یعنی خواہ آیات محکمات ہوں یا آیات متشابہات ظاہری معنیٰ کی حامل ہوں یا مخفی معنیٰ کی حامل۔ کسی چیز کے صحیح معنیٰ نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دانش منداہل عقل ہیں۔

ربط آیات: سورت کے ابتدائی درس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں نجران کے عیسائی وفداپنے عقیدہ تثلث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے پر شکست کھانے اور لاجواب ہونے پر جب وہ عاجز آ گئے کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ آپ کے قرآن میں بھی تو ہے کلمتہ اللہ روح اللہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریک الوہیت ہیں یعنی آپ کی شرکت الٰہیت ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کے اس عقیدہ باطلہ ان کے شک شبہ کو دور کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید اور دوسری آسمانی کتب میں دو قسم کی آیتیں ہوتی ہیں ایک وہ جن کا مفہوم معانی مطلب بہت واضح صریح ظاہر ہوتے ہیں اور جن کے مفہوم میں کوئی شبہ نہیں ہوتا جن کے ایک ہی معنیٰ نکلتے ہیں اوران میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔ جن آیات کو محکمات کہا جاتا ہے یہ اصل بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اس لیئے ان کو ام الکتاب کہتے ہیں جیسے توحید رسالت، اوامر، نواہی، حلال، حرام، وغیرہ اسکا مطلب ہے۔ بنیادی تعلیمات اصل اصول یہ آیتیں ہیں۔ ان میں کوئی ابہام نہیں اور ہدایت عمل کیلئے محکمات ہی کافی ہوتی ہیں۔

متشابہات: دوسری آیتیں وہ ہیں جن کے مفہوم مطالب میں مختلف پہلو نکلتے ہیں جن کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے نکل سکتے ہوں جس کا ادراک کیا جاسکتا ہو اور عقل ان کے ادراک سے قاصر ہو یا پوری طرح ان کا ادراک نہ کر سکتی ہو۔ خدا کی ہستی اور اسکی صفات حیات بعد الموت، روح، جنت، دوزخ کی زندگی اس کی کفیات وغیرہ۔

اسی لیئے ان آیات کے سمجھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ان پر ایمان لایا جائے اور ان کو آیات محکمات کی روشنی میں سمجھا جائے اور کوئی ایسی تاویل نہ کی جائے جو اصول دین کے منافی ہو۔ متشابہات کا صحیح مفہوم اللہ کو معلوم ہے اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

والراسخون فی العلم: اور جو علم دین میں پختہ کار ہیں فہم و فراست کے حامل ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر یقین رکھتے ہیں آیات محکمات ہوں یا آیات متشابہات سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَاب : نصیحت وہ ہی قبول کرتے ہیں جو صاحب عقل ہیں جو متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے اس کو حق جانتے ہوئے اس کے معنیٰ اس کے حقیقی مطلب فہم ادراک سے بالاتر مانتے ہوئے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے باری تعالیٰ سے ہمیشہ ہدایت استقامت کے طلب گار رہتے ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں اس طرح دعا کرتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَامِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد کجی میں مبتلا نہ کر۔ اور عطا فرما ہم کو اپنے پاس سے رحمت بیشک تو بہت بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○

اے ہمارے رب بیشک تو تمام لوگوں کو جمع فرمانے والا ہے اس دن جس میں کوئی شک نہیں بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

دعا مذکور میں بندہ کا عاجزانہ التماس رب تبارک وتعالیٰ کے وعدہ پر یقین کامل روز حشر کا قائم ہونا لوگوں کا اس دن بارگاہ رب العزت میں حاضر ہونا ان تمام امور کا اقرار ہے۔

نیز یہ امر بھی پیش نظر رہے پروردگار عالم سے طلب کرنے سے کبھی غافل نہ رہے اس سے عاجزانہ طلب ہمیشہ قائم رہے خاص طور پر ہدایت نصیب ہو اس پر قائم رہنے کی دعا کرتا رہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام بنی آدم کے قلوب رب العزت کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے یعنی اسکے قبضہ قدرت میں ہیں وہ جہاں چاہتا ہے اسے پھر دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کثرت سے یہ دیا فرمایا کرتے تھے۔

یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک

دوسری بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ باری تعالیٰ سے اس کی رحمت اور مغفرت طلب کرنے سے کبھی غافل نہ رہے ہمیشہ اس کا طالب رہے۔

آیات زیر درس کے متعلق

آیات محکمات کی تعریف: محکم کے معنیٰ پختہ، مضبوط کے ہیں وہ آیات جو اپنے معنیٰ مطالب میں واضح ہوں کسی شک شبہ کی گنجائش نہ رکھتی ہو انکا مفہوم، مراد بالکل واضح، صریح، بیّن ہو، یہی آیتیں اما لکتاب ہیں۔

متشابہات: وہ آیتیں جن کے مفہوم مطالب کے مختلف پہلو معنیٰ نکلتے ہوں جن کے کئی مطالب باہم نکال سکتے ہوں عقل انسانی اس کا پورا ادراک نہ کرسکتی ہو۔ مثلاً خدا کی ہستی، جنت، دوزخ، حیات بعد الموت، وغیرہ۔

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کون ہیں: نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کون ہیں جن کا ذکر آیت میں کیا گیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (۱) جو شخص قسم نذر میں پورا ہو۔ (۲) زبان کا سچا ہو اسکا دل محبت و وفا پر قائم ہو۔ (۳) اس کا شکم اور شرم گاہ حرام اور مشتبہ سے پاک ہو۔ (۴) عالم باعمل ہو ایسا شخص وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ میں سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ میں سے ہوں۔

اَنْتَ الوَهَّابُ: تو بہت ہی زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

وَهَّاب: باری تعالیٰ کا اسم صفاتی ہے اپنے اندر عطاء بخشش کے معنیٰ کا حامل ہے۔ مشائخ عظام نے اس اسم صفاتی کی بہت خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ اپنے نام کے عدد کے حساب سے یا وھاب کا ورد بہت اثر رکھتا ہے تنگدستی میں اس کا ورد فراخی رزق کا اثر رکھتا ہے خصوصی طور پر اس نام کے عدد کے مطابق پڑھنا فراخی رزق کیلئے مجرب ہے۔

چند خواص اسم یاوھاب

۱) جو کوئی فقر و فاقہ سے پریشان ہو وہ اسکا کثرت سے ورد کرے رب تبارک وتعالیٰ پریشانی دور فرمائے گا۔

۲) جو کوئی بعد نماز عشاء 1150 بار پڑھے گا مقروض نہ رہے گا۔

۳) حفاظت ایمان کیلئے ہر نماز کے بعد ے بار اسکو پڑھنا بہت مفید ہے۔

✿✿✿✿✿✿

درس حدیث

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی

عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ. ﴿رواہ البخاری﴾

حضرت انس سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارے ذبح کئے ہوئے جانوروں کو کھائے وہ مسلمان ہے، جو خدا اور خدا کے رسول کے عہد وامان میں ہے تو خدا کے عہد کو نہ توڑو (یعنی اس شخص کو تکلیف نہ دو کہ اس سے خدا کا عہد ٹوٹ جائے گا)۔

جواہر پارے:

ا۔۔۔مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا۔۔۔الخ :صرف انہی تین امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے سوا اسلام اور دوسرے ارکان اسلام۔ مثلاً شہادتین وغیرہا کا ذکر نہیں کیا گیا، اسلئے کہ یہ تینوں ان علامات صحیحہ میں سے ہیں جو انکے حاملین کے اسلام پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں اور مسلم کو غیر مسلم سے ممتاز کر دیتی ہے اسلئے کہ جو مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے گا اسکا یہ عمل دلالت کرے گا کہ وہ رسول عربی ﷺ کی رسالت ونبوت پر ایمان لا چکا ہے اور جو کچھ رسول کریم ﷺ بارگاہ خداوندی سے لے کر آئے ہیں ان سب کو مان چکا ہے

اب رہ گیا استقبال قبلہ تو بظاہر اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ یہ تو خود نماز کیلئے شرط ہے، مگر چونکہ کعبہ کا مسلمانوں ہی کا قبلہ ہونا کافی معروف ومشہور ہے اور یہ مسلمانوں ہی کی نماز کا قبلہ ہے تو اسکی اسی شہرت اور اسی اختصاص کے سبب علامات میں اس کو شمار کر دیا گیا ہے۔ بخلاف قیام وقرأت کے۔ اس لئے کہ قیام وقرأت وغیرہا کے ذریعہ عبادت، مسلمانوں کے مخصوصات سے نہیں۔ یہی استقبال قبلہ والا حال ہے مسلمانوں کے ذبیحہ کا، کہ اسے صرف مسلمان ہی کھاتے ہیں۔ یہودی وغیرہ نہیں کھاتے۔

۲۔۔۔ذِمَّةُ اللّٰهِ: الذمة والذمام بالکسر کا معنی ہے امان، عہد، ذمہ داری وکفالت، حرمت اور حق اسی سے اهل الذمة یعنی مسلمانوں کے عہد وامان میں داخل ہونے والا۔

۳۔۔۔فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ : بضم التاء وسكون الخاء وكسرة الفاء على صيغة المضارع ‘۔خفر وخُفرة سے یہ مشتق ہے۔ باب افعال کا صیغہ ہے۔ خَفر و خُفرة کا معنی عہد وامان کے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَنْ صَلَّی الصُّبْحَ فَهُوَفِیْ خُفْرَةِ اللّٰهِ اَیْ ذِمَّتِهٖ

جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی امان میں ہے۔

حدیث میں ہے:

اَلدُّمُوْعُ خُفَرُ الْعُيُوْنِ

WWW.NAFSEISLAM.COM

آنسوآنکھوں کی پناہ ہیں

۔۔۔اس حدیث میں خفر، خفرۃ کی جمع ہے۔حدیث کا معنی یہ ہے:

الدُّمُوْعُ الَّتِیْ تَجْرِیْ خَوْفاً مِّنَ اللّٰہِ تُخْفُو الْعُیُوْنَ مِنَ النَّارِ

وہ آنسو جو خدا کے خوف میں جاری ہوں، وہ آنکھوں کو جہنم سے بچاتے ہیں۔

۔۔۔کہا جاتا ہے کہ خفرہ بمعنی اجارہ (اسکو پناہ دی) فھو خفیر

۔۔پس وہ پناہ یافتہ ہے۔۔۔یونہی کہا جاتا ہے:

خَفَّرَہٗ مِنَ التَّخْفِیْرِ وَاَخْفَرَہٗ بمعنی جَعَلَہٗ خَفِیْراً

اسے پناہ یافتہ بنایا یعنی اسے امن دیدیا

۔۔۔اور کبھی ہمزہ سلب ماخذ کیلئے آتا ہے۔۔۔مثلا: کہا جاتا ہے:

اَخْفَرْتُہٗ بمعنی غَادَرْتُہٗ وَنَقَضْتُ عَھْدَہٗ

ہم نے فلاں کے عہد و پیماں کو توڑ دیا۔

۔۔۔حدیث زیر شرح میں یہی آخری معنی مراد ہے:

۔۔۔المختصر۔۔۔فَلَا تُخْفِرُو اللّٰہَ کا معنی مراد یہ ہوا کہ:

لَا تَغْدِرُوْہُ فِیْ عَھْدِہٖ وَلَا تعَامَلُوْہُ مُعَامَلَۃَ الغَادِرِ فِیْ نَقْضِ عَھْدِہٖ

اللہ کے عہد و پیمان کو نہ توڑو اور اس سے عہد شکنی کر کے اسکے ہاتھ وہ معاملہ نہ رکھو جو ایک خائن اور عہد شکن کا معاملہ ہوتا ہے۔

فوائد:

۱۔۔۔خیال رہے کہ مومن کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں۔اس لحاظ سے انکے متعلق مختلف احادیث وارد ہوئیں۔ ایک وقت صرف کلمہ پڑھنا مومن کی علامت تھی۔نماز وغیرہ کوئی احکام نہ آئے تھے، تب ارشاد ہوا:

مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا

۔۔۔پھر وہ وقت آیا جب نماز وغیرہ بھی آگئی تو ارشاد ہوا جو یہاں مذکور ہے۔مدینہ منورہ میں منافقین بھی تھے، جو کلمہ، نماز وغیرہ ادا کرتے ہوئے بھی بے ایمان رہے۔تب اللہ و رسول ﷺ کی محبت علامت ایمان قرار پائی، اور ارشاد ہوا:

لَا یُوْ مِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ۔۔۔الخ

آئندہ کے متعلق خبر دی گئی کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو تم سے زیادہ عابد و زاہد ہونگے، مگر اسلام سے خارج ہونگے، غرضیکہ جیسے حالات ویسی علامات ﴿مرات﴾

۲۔۔۔مومن اللہ و رسول کی امان میں ہے، اسے نہ ستاؤ ورنہ اللہ و رسول کے خائن ٹھہرو گے۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی پناہ لینا اور ذمہ لینا، آپ کو اپنی پناہ و امان تصور کرنا شرک نہیں، بلکہ ایمان کا رکن ہے۔یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی مسلمان کو ستانا فاسق کو ستانے سے زیادہ برا ہے کہ اس میں ظلم بھی ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی خیانت بھی۔

۳۔۔۔مسلمانوں کا ذبیحہ کھانا مسلمان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ جو قومیں مذہب و اصول کی روشنی میں ذبیحے کے بغیر کسی جانور کا گوشت نہیں کھاتیں وہ بھی مسلمانوں کے ذبیحے کو کھانا اپنے لئے درست نہیں سمجھتیں۔رہ گئیں وہ قومیں جن کے نزدیک ذبیحہ کوئی ضروری چیز نہیں، اس مقام پر وہ خارج از بحث ہیں۔

۴۔۔۔عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قَالَ: اَنَّہٗ کا لفظ ان تمام نسخوں میں موجود

ہے جنکی تصحیح کی جاچکی ہے۔

۵۔۔ مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا : مَنْ صَلّٰی کَمَا نُصَلِّیْ یعنی جو اس طرح نماز پڑھے جس طرح ہم (مسلمان) نماز پڑھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اسی موحد سے ممکن ہے جو رسالت محمد یہ ﷺ کا معترف ہو چکا ہے اور یہ اعتراف، جمیع عقائد احکام اسلامیہ، کے اعتراف کو مستلزم ہے۔ اسی لئے نماز کو اسلام کی علامت قرار دے دیا گیا۔ شہادتین کے نہ ذکر کرنے کی ایک وجہ تو وہ ہے جس کا ذکر جواہر پارے کے ضمن میں ہو چکا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شہادتین تو خود ہی نماز میں حقیقتاً یا حکماً داخل ہیں۔

۶۔۔۔ اَسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا: ہماری نماز میں بعض ایسے ارکان جو دوسروں کی نماز میں بھی موجود ہیں۔ مگر استقبال قبلہ ہمارے ہی ساتھ مخصوص ہے۔۔۔ نیز۔۔۔ اسکی شہرت کا عالم یہ ہے کہ جو نماز کا طریقہ بھی نہیں جانتا وہ بھی اپنے قبلہ کو خوب پہچانتا ہے۔ نماز چونکہ دین کا ستون ہے، اس لئے اس کے ذکر کے بعد زکوۃ وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس قول کو ارشاد فرمانے کے وقت دوسرے فرائض کا وجود نہ ہوا ہو۔

۷۔۔۔ وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا: اولاً اس چیز کا ذکر کیا گیا جو مومنین کی عبادت کو غیروں کی عبادت سے ممتاز کردے اس کے بعد اس چیز کو ذکر کیا جو مومنین کی عبادت وعادت دونوں کو غیروں کی عبادت وعادت سے ممتاز کردے۔ اس لئے کہ ذبائح کو کھانے سے توقف جس طرح کی عبادات میں سے ہے اسی طرح ان عادات میں سے ہے جن کا ثبوت گذشتہ ملتوں میں ملتا ہے۔

۸۔۔ اَلذَّبِیْحَۃَ: فعلی ۃ کے وزن پر مفعولہ کے معنی میں ہے اور اس میں "تا" جنس کے لئے جیسا کہ الشاۃ (بکری) کی تاء۔

۹۔۔۔ فَذٰلِکَ: اَیْ مِنْ جَمِیْعِ ھٰذِہِ الْاَوْصَافِ الثَّلٰثَۃِ یعنی جن میں یہ تین صفتیں جمع ہوں۔ ذلک مبتداء ہے، المسلم، اسکی خبر ہے۔۔ یا۔۔ المسلم، ذلک کی صفت ہے۔ موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتداء جسکی خبر الذی لہ ذمۃ اللّٰہ۔۔۔ الخ ہے۔

۱۰۔۔۔ اَلَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ: یعنی وبال کفار کے لئے شروع ہو چکے ہیں۔ مثلاً قتل وقتال وغیرہ۔ اللہ ورسول ﷺ نے ان تمام سے مسلمانوں کو امان دیدی ہے۔

۱۱۔۔۔ اللہ و رسول ﷺ دونوں سے پہلے لفظ ذمہ استعمال فرمایا گیا تا کہ یہ ظاہر ہوجائے کہ خدا اور سول ﷺ دونوں کی امان و پناہ مومنین کا مقصود ومطلوب ہے۔ خدا کی امان حاصل ہے۔ رسول کی امان اس کی فرع۔۔۔ نیز۔۔۔ دونوں میں سے ہرایک، ایک دوسرے کو لازم ہے۔ اسی تلازم کے سبب فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ میں صرف خدا کے عہد وامان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۲۔۔۔ رواہ البخاری: ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی اس معنی میں روایت کی ہے۔

عشق نبی ﷺ

جناب راغب مرادآبادی

محشر میں ہوں، نجات کا ساماں کئے ہوئے
عشق نبی ﷺ سے دل میں چراغاں کئے ہوئے
فیض محمد عربی ﷺ ہے خدا گواہ!
ہر مشکل حیات کو آساں کئے ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ کردار

جناب سید محمد مجتبےٰ صاحب ایم اے

آج دنیا جو انتہائی ترقی اور مادی وسائل کی فراوانی کی ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہے اور انسانوں کی زندگی بظاہر عیش وطرب سے بھری پڑی ہے مگر باطن میں ان کی روحیں امن وسلامتی اور سکون و اطمینان قلب کے لئے بے چین ہیں۔

امریکہ کا ایک مشہور سائنس داں لے کامٹے دونوئی اپنی معرکۃ آلار تصنیف 'انسان کا مقصد' میں کہتا ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد اس کی اخلاقی قدروں کو بلند کرنا ہے یہاں تک کہ وہ ذات خالق کائنات کے انوار سے قریب تر ہو جائے یہ مشہور ماہر سائنس علم الحیات کا مخصوص استاد ہے اور انسان کی آفرینش عہد بہ عہد کے ارتقا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ انسان اب تک عالمگیر اخلاقی بخیل پر قادر نہیں ہوا ہے اور اُس میں حیوانیت کے عناصر بہت باقی ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں برس کی اخلاقی تبدیلیوں کے بعد بھی انسان بلند اخلاقی مراتب تک نہیں پہنچا ہے اور دنیا کی عظیم المرتبت ہستیاں حکمراں جماعتیں اور سیاسی قائدین جو بظاہر انسان کی راہنمائی کرتی ہیں اور اُن کے جسم و جان اور مال و دولت پر حاکم ہیں وہ انسان کی راہنمائی کے لئے بالکل نا قابل اور نا اہل ثابت ہو رہے ہیں۔

وہ بظاہر مدعی ہیں اور تلاش امن کے ذرائع و وسائل کے لئے سرگرداں نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت طاغوت اور فرعونیت کے اقتدار اور لازوال دولت اور طاقت کے خواہشمند ہیں۔ لے کامٹے کا خیال واثق ہے کہ سچا مذہب ہی خدا کی بتائی ہوئی راہ پر انسان کی راہنمائی کر سکتا ہے اور اسی کی تعلیم و تربیت سے انسان اپنی اخلاقی قدر بڑھا سکتا ہے، اور حقیقی معنوں میں انسان بن سکتا ہے۔ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے تمام قوموں کو یکساں اخلاق حسنہ کی تعلیم و تربیت دینی چاہیئے۔

آج تقریباً چودہ سو برس ہوئے کہ عرب کے ایک اُمی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی اخلاقی تربیت کا راستہ بتلایا تھا اس وقت دنیا میں کوئی قوم ایسی نظر نہیں آتی تھی جو مزاج اطوار و عادات اور چال چلن کے اعتبار سے صالح قوم کہی جا سکتی ہو نہ کوئی سوسائٹی تھی جو شرافت اور اخلاق کی قدروں کی حامل ہو نہ کوئی ایسی حکومت تھی جس کی بنیاد عدل و انصاف پر قائم ہو نہ کوئی ایسا صحیح دین تھا جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر انسانوں کی صحیح راہنمائی کرتا ہو کہیں کہیں عبادت گاہوں میں روشنی باقی رہ گئی تھی تو وہ بھی دنیا کی اندھیاری کو دور کرنے کیلئے ناکافی تھی۔ قرآن مجید نے اس عالمگیر تاریکی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيهِمْ

خرابی پھیل گئی خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے

عرب کے اس اُمی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نسخہ کیمیا بتلایا اور چودہ سو برس سے انسان اپنے امراض روحانی کا علاج اس کی مدد سے کر رہا ہے۔ مریض انسان کو آج بھی اسی نسخہ کیمیا سے یقینی شفا

ہوسکتی ہے آیئے ہم سب اس نسخہ کی ماہیت پر غور کریں اور اپنے مریض دل کو یہ نسخہ بتلائیں تا کہ شفائے کلی حاصل ہو۔

دنیا کی ساری خوشی خوشحالی اور امن وامان کا انحصار اخلاق کے صحیح نظام پر ہے، اسی نظام کی کمزوری کو حکومت و جماعت اپنی طاقت و قوت کے ذریعہ پورا کرتی ہے۔ اگر انسانی جماعتیں اپنے اخلاق وفرائض کو پوری تندہی سے ازخود انجام دیں تو حکومتوں کے جبری قوانین کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے۔ اس لئے بہترین مذہب وہ ہے جس کا اخلاقی دباؤ اپنے ماننے والوں پر اتنا ہو کہ وہ اُن کے قدم کو سیدھے راستے سے نہ بھٹکنے دے۔ دنیا کے سارے مذہب نے کم وبیش اسی کی کوشش کی ہے اور اسلام نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقَ

میں تو اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ اخلاق:

رسول اللہ ﷺ نے بعثت کے ساتھ ہی فرض کو انجام دینا شروع کیا۔ بلکہ آپ کی زندگی کی ابتداء ہی سے بہترین اخلاق آپ سے ظاہر ہونے شروع ہوئے اور آپ نے نبوت سے پہلے ہی صادق اور امین کا خطاب پایا۔ آپ نے بچپن میں کبھی لہو ولعب اور کھیل کود میں زندگی کے اوقات بسر نہیں کیے۔

حضور ﷺ ابھی مکہ میں تھے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ جو قبیلہ غفار کے سردار تھے اپنے بھائی کو آپ کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا تو انہوں نے واپس آکر اپنے بھائی سے کہا رَاَیْتُہُ یَاْمُرُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ۔ میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ اچھی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔

جب قریش مکہ کے ظلم وزیادتی سے تنگ آکر اولین مسلمانوں کا ایک گروہ حبشہ ہجرت کر کے گیا تو وہاں کے نجاشی نے مسلمانوں کو بُلوا کر اسلام کی نسبت تحقیقات کی۔ اس وقت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے آقا نامدار ﷺ کی تعلیم کا جو نقشہ کھینچا ہے اُس کے چند فقرے یہ ہیں:

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے بتوں کی پوجا کرتے تھے مُردار کھاتے تھے بدکاریاں کرتے تھے ہمسایوں کو ستاتے تھے بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے کہ ایک شخص ہم ہی میں پیدا ہوا اور اُس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کے مال نہ کھائیں ہمسائیوں کو آرام دیں اور پاکدامن عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔

قیصر روم کے دربار میں بھی اس طرح کا سوال ابوسفیان سے پوچھا گیا جو اسلام کے مخالفین کے سرگروہ تھے۔ شہنشاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا، محمد ﷺ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا۔ شریف وعظیم ہے۔ قیصر نے پھر پوچھا نبی ہونے سے پہلے کیا یہ جھوٹ بولا کرتے تھے یا اُن پر جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت لگائی گئی تھی؟

ابوسفیان نے جواب دیا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ قیصر شہنشاہ روم نے اور چند سوالات کرنے اور ان کے جوابات سے مطمئن ہوجانے کے بعد دریافت کیا ان کی تعلیم کیا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا ان کی تعلیم یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، باپ دادا کے طریق پر بت پرستی کو چھوڑ دو' نماز' روزہ' سچائی' پاکدامنی اور صلہ رحم کی پابندی کرو۔

قرآن میں حضور ﷺ کا اخلاقی مرتبہ:

قرآن مجید نے جگہ جگہ حضور پُر نور ﷺ کے فرائض منصبی کی ادائیگی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)

یہ پیغمبر لوگوں کو پاک وصاف کرتا اور اُن کو کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

تزکیہ کے لفظی معنی پاک وصاف کرنا ،نکھارنا اور میل کچیل دور کرنا ہے۔یعنی نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاست اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے اور اس آئینہ کے زنگ کو دور کر کے اس میں صیقل اور صفائی پیدا کردی جائے۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ لفظ آیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ وہ نفوس انسانی کو صاف کریں ، ان کو برائیوں اور نجاستوں کی آلودگیوں سے پاک کریں اور اُن کے اخلاق واعمال کو درست اور صاف ستھرا بنائیں ۔حکمت کا لفظ قرآن مجید میں علم وعقل اور خدا شناسی کے معنی میں آیا ہے اور اس کا بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات میں بھی شامل ہے توحید وعبادت والدین کی اطاعت قرابت داروں اور محتاج لوگوں کو امداد کرنا ،فضول خرچی ،بخل ،اولاد کشی ،بدکاری اور کسی بے گناہ کی جان لینے سے احتراز کرنا یتیموں کے ساتھ نیک برتاؤ ایفاء عہد ٹھیک ناپنے تولنے اور زمین پر عاجزی سے رہنے کا تعلق حکمت ہی سے ہے۔

یہ اور ان کے علاوہ بہت سی باتیں ہیں جن کی تلقین وتعلیم قرآن مجید میں کی گئی ہے ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں اخلاق کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ ان کو حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ راز بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادات اور دوسرے احکام کو جو اہمیت حاصل ہے اسی طرح اخلاق کی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے

یایها الذین امنوا ارکعوا و اسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون: اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

اسلام لانے کے بعد ایمانی زندگی کے ظاہری طور پر دو حصے ہیں۔ ایک عبادت اور دوسرا اخلاق ایک خالق کا حق اور دوسرا مخلوق کا اور ان ہی کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔

تعلیم محمدی ﷺ نے اخلاق کی اہمیت کو عبادت سے بھی زیادہ بڑھا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے شرک اور کفر کے سوا ہر گناہ کو اپنے ارادہ اور مشیت کے مطابق معافی کے قابل قرار دیا ہے مگر حقوق العباد یعنی انسانوں کے حقوق کی کوتاہی اور اس کی معافی خدا نے اپنے ہاتھ میں نہیں لی بلکہ اُن بندوں کے ہاتھ میں رکھی ہے جن کے حق میں ظلم ہوا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس بھائی نے دوسرے بھائی پر ظلم کیا ہے تو اس ظالم بھائی کو چاہیئے کہ وہ

اس مظلوم بھائی سے معاف کرالے۔ ورنہ وہاں تاوان ادا کرنے کے لئے کسی کے پاس کوئی درہم یا دینار نہ ہوگا۔ صرف اعمال ہوں گے ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گے اور نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ ظالم کے نامہ اعمال میں لکھدیئے جائیں گے۔

ان ارشادات گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اہمیت کتنی زیادہ ہے چنانچہ اسی لئے اللہ تعالی نے حج کی فرضیت اس وقت تک بندہ پر عائد نہیں کی ہے جب تک وہ اپنے اہل وعیال کے نفقہ کا پورا سامان نہ کرلے اور زکوۃ بندے کی ضروریات زندگی سے زائد مال پر ہے۔ یعنی اللہ تعالی نے اپنا حق اس وقت تک بندہ پر واجب نہیں کیا۔ جب تک وہ بندوں کو حقوق ادا نہ کرلے۔

فرمان رسول ﷺ

نماز:

نمازیں فرض کی ہیں پانچ ہم پر حق تعالی نے وہ کافر ہے جو قصدا ترک کرتا ہے نمازوں کو یہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی اس کی بابت ہے ستوں ہے دین کا ٹھنڈک یہ پہنچاتی ہے آنکھوں کو۔

حج:

رسول اللہ ﷺ نے حج کی فضیلت یہ بتائی ہے کہ حج پر جانے والے ہوتے ہیں مہمان اللہ کے گناہوں سے خدا کردیتا ہے اس طرح پاک ان کو جنم بخشا ہے ان لوگوں کو گویا آج ہی ماں نے۔

(جناب سید منیر علی جعفری)

حاصل مطالعہ

کارگہ امتحان:

جب بہادر شاہ ظفر قید میں تھے تو اُن کے دو بیٹیوں کے سر قلم کرکے اُن کے سامنے لائے گئے۔ دونوں سر ایک طشت میں سجائے گئے تھے بادشاہ نے اُس وقت کمال ضبط کا مظاہرہ کیا اور صرف اتنا کہا: تیمور کی اولاد اسی طرح سرخرو ہوکر اپنے باپ کے سامنے جایا کرتی تھی۔

شان بندگی:

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا ملازم بازار سے گزر رہا تھا۔ کسی نے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ملازم کو یوں بیگانہ گزرتے دیکھا تو سر پر لاٹھی دے ماری۔ غلام روتا ہوا مرشد کے پاس آیا۔ حضرت بوعلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ طیش میں آگئے اور اپنے کاتب کو کہا کہ بادشاہ کے نام رقعہ لکھو کہ اپنے عامل کو موقوف کردے ورنہ تیرا ملک کسی اور کو دیتا ہوں۔

بادشاہ کو جب یہ رقعہ ملا تو اس کا رنگ فق ہوگیا۔ عامل کو قید کردیا اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر معافی مانگی۔

۴ کا عدد

چارلس پنجم جرمنی کا بادشاہ تھا۔ اس نے ۱۳۱۶ء سے ۱۳۷۶ء تک حکومت کی۔ وہ روزانہ چار مرتبہ کھانا کھاتا تھا۔ اس کے چار محل تھے۔ ہر محل میں چار کمرے تھے۔ ہر کمرے میں ۴ دروازے اور ۴ کھڑکیاں تھیں۔ اس کے تاج میں صرف ۴ ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اس کا لباس ۴ رنگوں کا ہوتا تھا۔ وہ ۴ زبانیں جانتا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں ۴ شادیاں کیں تھیں ۴ سال کے عرصے میں اس کے چار بچے پیدا ہوئے اور ہر بچہ ۴ سال کے وقفہ کے بعد مرا۔ جب وہ مرا تو اس کے بستر پر ۴ معالج موجود تھے وہ ۲۹ نومبر ۱۳۷۶ء کو دن کے چار بجکر چار منٹ پر فوت ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیس رمضان کو دن کے وقت چاند نظر آنے سے متعلق شرعی مسائل

رویتِ ہلال سے متعلق چند توہّمات اور مفروضات کا اِزالہ

تحریر: پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

اس سال جمعرات 09 ستمبر یعنی 29 رمضان المبارک کی شام کو شوال المکرّم کا چاند نظر نہیں آیا تھا، لہٰذا جمعۃ المبارک 10 ستمبر کو 30 رمضان المبارک تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں ایک مزید روزے کی سعادت نصیب ہوئی ۔اُس دِن سہ پہر کو غروبِ آفتاب سے کچھ دیر پہلے اسلام آباد اور بعض علاقوں میں لوگوں کو چاند نظر آ گیا ۔اس سے لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوئے ، کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہم بہت سے توہمات کا شکار ہوجاتے ہیں ۔بعض باتیں جو روایتی طور پر چلی آرہی ہیں، ہم اُن کے حصار سے نہیں نکل پاتے اور اس میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ حضرات میں بھی بعض اوقات کوئی فرق نہیں رہتا، خواہ جدید سائنسی علم ہو یا دینی علم ۔اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم صرف نظریاتی (Theoratical) ہوتا ہے ،عملی (Practical) اور اِطلاقی (Applied) نہیں ہوتا۔

ہمیں بتایا گیا کہ بعض روزے داروں نے روزہ توڑ دیا اور بعض معتکفین نے اعتکاف توڑ دیا۔کم علمی کے سبب بعض مساجد سے غروبِ آفتاب سے پہلے چاند نظر آنے کا اعلان کردیا گیا۔ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے کے تمام ضروری پہلوؤں پر گفتگو کریں تاکہ جو لوگ مثبت ذہن کے مالک ہیں اور روایات وتوہُمات کے اسیر نہیں ہیں ،اُن میں آگہی (Awairness) پیدا ہو اور کھلے دل ودماغ کے ساتھ وہ حق بات کو قبول کریں۔یہ علمی بحث اس لئے ضروری ہے کہ یہ شریعت کا ایک دائمی اور ہمیشہ جاری رہنے والا مسئلہ ہے۔

قمری مہینے کا دورانیہ: قمری مہینہ یا تو 29 دن کا ہوتا ہے یا 30 دن کا۔حدیث پاک میں ہے:

سَمِعْتُ ابنَ عُمَرَ یَقُولُ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا۔یَعنِی :ثَلَاثِیْنَ ،ثُمَّ قَالَ: وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا ۔یَعْنِی تِسعاً وَعِشْرِیْنَ ،یَقُوْلُ : مَرَّۃً ثَلَاثِیْنَ ،وَمَرَّۃً تِسْعاً وَّعِشْرِیْنَ ۔

ترجمہ:''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (اپنے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو کشادہ کرکے تین مرتبہ اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: (قمری مہینہ) اس طرح ،اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے،یعنی پورے تیس دن کا۔پھر آپ ﷺ نے (اسی طرح تین بار اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کرکے تین بار اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: (قمری مہینہ) اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے ،(اور آخری بار آپ نے ایک ہاتھ کے انگوٹھے کو دبا لیا) یعنی 29 دن کا ۔یعنی کبھی مہینہ پورے 30 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 29 دن کا ،(صحیح بخاری، رقم

الحدیث:5302)''۔

کیا کئی قمری مہینے مسلسل 29 دن یا 30 دن کے ہوسکتے ہیں؟

شریعت میں اس طرح کا کوئی طے شدہ ضابطہ نہیں ہے کہ سال میں کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے یا مسلسل 29 دِن کے ہوسکتے ہیں؟۔قرآن وسنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے ہوسکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہوسکتے ہیں۔امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے علامہ قطب الدین شیرازی مصنف تحفۂ شاہیہ وزیج الغ بیگی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:''زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے 30 دن کے ہوسکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین قمری مہینے ممکنہ طور پر 29 دن کے ہوسکتے ہیں، (فتاویٰ رضویہ، جلد:26،ص:423،رضا فاؤنڈیشن، لاہور)''۔

امام احمد قسطلانی نے ارشادالساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:''2یا3 قمری مہینے مسلسل 29 دِن کے ہوسکتے ہیں،4ماہ سے زائد مسلسل 9 2دِن کے نہیں ہوسکتے، (جلد:3،ص:357)''۔ایک ماہرِ فلکیات نے لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلسل 5 قمری مہینے 29 دن کے ہوسکتے ہیں، لیکن یہ سب امکانات کی بات ہے، ان پر کسی شرعی فیصلے کا مدار نہیں ہے۔ہمارے پاس اِس کی سائنسی توجیہ کا ایک چارٹ موجود ہے جسے ہم یہاں جگہ کی تنگی کے باعث شامل نہیں کرپا رہے، ہماری فتاویٰ کی کتاب ''تفہیم المسائل'' جلد ششم میں یہ ساری تفصیلات چارٹ کے ساتھ موجود ہیں، جو عنقریب شائع ہورہی ہے۔

نئے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا:

نئی قمری تاریخ کے تعیّن کا مدار شرعاً اور سائنسی طور پر ہلال کے چھوٹا بڑا ہونے یا غروبِ آفتاب کے بعد مطلع پر اس کے موجود ہونے کی مقدارِ وقت (Timing) سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض اوقات اہلِ علم بھی کہہ دیتے ہیں کہ چاند کافی بڑا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر موجود رہا، لگتا ہے کہ ایک دن پہلے کا ہے۔یہ سوچ اور طرزِ فکر غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے۔حدیث پاک میں ہے:

عن ابی البختری قال: خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ، فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ، قَالَ: تَرَاءَ يْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَابْنُ لَيْلَتَيْنِ، قَالَ: فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا: اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَابْنُ ثَلَاثٍ، وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَابْنُ لَيْلَتَيْنِ، فَقَالَ: اَیُّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ؟،قَالَ: لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ، فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ،

ترجمہ:''ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرے کے لئے گئے، جب ہم وادیٔ نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا، بعض لوگوں نے کہا:''یہ تیسری تاریخ کا چاند لگتا ہے'' اور بعض نے کہا:''یہ دوسری تاریخ کا چاند لگتا ہے''۔راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی، تو

ہم نے (قیاس کی بنیاد پر اختلاف کی) یہ صورتِ حال ان سے بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: ''تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا''؟ ہم نے کہا: ''فلاں رات کو''، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دیکھنے کے لئے اسے بڑھا دیا، درحقیقت یہ اسی رات کا چاند ہے، جس رات کو تم نے اسے دیکھا ہے''، (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2418)''۔

یہ حدیث اس مسئلے میں شریعت کی اصل ہے کہ نئے چاند کا مدار رویت پر ہے، اس امر پر نہیں ہے کہ اس کا سائز چھوٹا ہے یا بڑا یا مطلع پر اس کے نظر آنے کا دورانیہ کم ہے یا زیادہ۔ اس لئے کسی عالم یا تعلیم یافتہ شخص کا نیا چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ دو یا تین تاریخ کا لگتا ہے، یہ غیر شرعی اور غیر عالمانہ ہے۔ اسی طرح سائنسی حقیقت بھی یہی ہے، مثلاً کسی قمری مہینے کے 29 تاریخ گزرنے کے بعد شام کو نئے چاند کا غروبِ آفتاب کے فوراً بعد مطلع پر ظہور تو ہے مگر اس کا درجہ چار یا پانچ ہے، اس کی عمر 18 گھنٹے ہے اور مطلع پر اس کا ظہور پندرہ بیس منٹ ہے۔ تو اس صورت میں چاند مطلع پر موجود تو ہے لیکن اس کی رویت کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، لہٰذا یہ قمری مہینہ 30 دن کا قرار پائے گا۔ اب اگلی شام کو اس چاند کی عمر 42 گھنٹے ہو جائے گی، مطلع پر اس کا درجہ 12 یا اس سے اوپر ہو جائے گا اور مطلع پر اس کا استقرار بھی نسبتاً زیادہ وقت کے لئے ہوگا، مثلاً پچاس منٹ اور اس کا حجم (Size) بھی بڑا ہوگا، لیکن یہ قطعیت کے ساتھ چاند کی پہلی تاریخ ہوگی۔ لہٰذا میری اہلِ علم اور اہلِ وطن سے اپیل ہے کہ توہمات کے حصار سے نکلیں اور حقیقت پسند بنیں۔

اس موضوع پر ہم رویت ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کے مضمون کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں: ''بعض لوگ قمری مہینے کی 30 تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا۔ اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جا سکتا ہے۔ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور 20 سے 30 گھنٹے کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔ اس طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر 50 سے بھی زائد گھنٹوں تک ہو سکتی ہے، لہٰذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہوگی۔

مثال (1): ایک قمری مہینے کی 29 تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر 21 گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں، لہٰذا رویت ہلال ہوگئی۔ اگر اس کی عمر 18 گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہ آتا بلکہ اگلی شام کو مزید 24 گھنٹے گزر جانے کے باعث (18+24) 42 گھنٹے کی عمر ہو جانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔ اب اندازہ کیجئے کہ نیا چاند اول صورت میں 21 گھنٹے کی عمر میں نظر آ گیا جبکہ صورت دوم میں

42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ دونوں چاند پہلی رات کے ہیں لیکن مؤخرالذکر صورت میں اس کی عمر دوگنا ہو جانے کے باعث اسی قدر جسامت کا حامل ہوگا اور اسی حساب سے افق سے کافی بلند ہوگا جسے لوگ غلطی سے دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔

مثال (2): یہ کم از کم کیفیت ہے، نیا چاند اس سے بھی بڑی جسامت کا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ 20 سے 30 گھنٹوں کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر بھی ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ 24 گھنٹے کی عمر کا چاند دیگر فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکا۔ (جیسا کہ پچھلے عنوان کے تحت نقشہ اول میں ہم اس کے عملاً واقع ہونے کی صورت میں دیکھ چکے ہیں)۔ جب وہ اگلی شام کو نظر آئے گا تو اس کی عمر (24+24) 48 گھنٹے ہوچکی ہوگی، لہٰذا وہ مثال اول میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دینے والے چاند سے بھی بڑا ہوگا۔

مثال (3): یہی نہیں بلکہ ایک صورت میں پہلی رات کا چاند دوسری رات کے چاند سے بھی بڑا ہوسکتا ہے۔ مثال اول میں 21 گھنٹے کی عمر کا چاند نظر آ گیا لہٰذا اگلی شام کو جب یہ دوسری تاریخ میں داخل ہوگیا تو اس کی عمر (21+24) 45 گھنٹے ہوگی۔ مثال دوئم میں پہلی رات کا چاند 48 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ ظاہر ہوا کہ پہلی رات کا 48 گھنٹے کی عمر کا چاند دوسری رات کے 45 گھنٹے کی عمر کے چاند سے بھی بڑا ہے۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ تیس کے چاند کی جسامت کو بڑا دیکھ کر یہ قیاس کرنا کہ یہ ضروری طور پر دوسری رات کا چاند ہے، درست نہیں۔

چودھویں رات کے چاند سے رویتِ ہلال کی درستگی کا اندازہ کرنا:

عوام الناس میں یہ تصور عام ہے کہ رویت ہلال کے مطابق چودھویں رات کو چاند پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ کرتے ہیں۔ یہ معیار قطعاً درست نہیں۔ چاند کی روشن جسامت ہر لمحے مسلسل بڑھتی یا گھٹتی رہتی ہے۔ قمری مہینے کے نصف اول میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے۔ فلکیات کی اصطلاح میں اسے ''فل مون (full moon)'' یا ''ماہِ کامل'' کہتے ہیں اور یہ وقت کرۂ ارض پر صبح، دوپہر، شام اور رات کے چوبیس گھنٹوں پر پھیلے ہوئے اوقات میں کوئی لمحہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کی روشن سطح کے گھٹنے کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا۔ محض آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے، بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورا دکھائی دینے والے چاند پر گھنٹوں نظر جما کر بھی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے یا اس کے بعد

مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصدگاہی آلات ہی انجام دے سکتے ہیں۔جس طرح ماہرینِ فلکیات اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کاتعین کرتے ہیں،اسی طرح وہ ہر مہینے کے ماہِ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں۔ پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رویت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقرر کرنا درست نہیں''۔

دِن کے وقت نظر آنے والے چاند کے بارے میں

وضاحت : چاند کی رویت سے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ دِن کے وقت نظر آنے والا چاند، خواہ وہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں، آئندہ آنے والی رات کا قرار پائے گا۔اور اب جو رات آئے گی، مہینے کا آغاز اُسی سے ہوگا، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہی ہے اور یہی قول مختار ہے ۔علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

وَرُؤيَتُهٗ بِالنَّهَارِ لَيْلَةَ الآتِيةِ مُطْلَقاً عَلَى "اَلْمَذْهَبُ"

ترجمہ:''اور جو چاند دِن کے وقت نظر آئے، صحیح مذہب کے مطابق وہ ہر صورت میں اگلی رات کا شمار کیا جائے گا''۔

علامہ ابن عابدین شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أي سواءٌ رُئِيَ قبلَ الزّوالِ أو بعدَهٗ ،وقولُهٗ "عَلَى الْمَذْهَبِ" : أي الَّذِي هُوَ قولُ أَبِي حنيفةَ ومحمدٍ ـقَالَ فِي "الْبَدَائِعِ": فَلَايَكونُ ذٰلِكَ الْيَومُ مِنْ رَمَضَانَ عِنْدَهُمَا ـوَقَالَ أَبُو يُوسُفَ :إِنْ كَانَ بَعدَالزَّوالِ فكذلك ،وان كان قبله فهو ليلة الماضية ويكون اليوم من رمضان ،و علىٰ هذاالخلاف هلال شوال: فعندهما يكون للمستقبلة مطلقاً ،ويكون اليوم من رمضان ،وعنده لو قبل الزوال يكون للماضية ويكون اليوم يوم الفطر ،لأنّهٗ لايرى قبل الزّوال عادة الا أن يكون ليلتين ،فيجب في هلال رمضان كون اليوم من رمضان ،وفي هلال شوال كونه يوم الفطر ،والأصل عندهما أنّه لاتعتبر رؤيته نهاراً ،وانما العبرة لرؤيته بعدغروب الشمس لقوله ﷺ : صُوْمُوا لِرُؤيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤيَتِهِ أمر بالصّومِ والفطر بعدالرؤية ،ففيما قاله أبو يوسف مخالفة النص ـوفي "الفتح":أوجب الحديث سبق الرؤية عن الصوم والفطر،والمفهوم المتبادر منه الرؤية عند عشية آخر كل شهر عندالصحابة والتابعين ومن بعدهم ،بخلاف ماقبل الزوال من الثلاثين والمختار قولهما اه۔

ترجمہ:''یعنی (دن میں چاند) زوال سے قبل نظر آئے یا زوال کے بعد (اس کا حکم ایک ہی ہے)،''مذہب پر'' ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔''بدائع الصنائع'' میں فرمایا: پس طرفین (امام اعظم اور امام محمد) کے نزدیک وہ دن رمضان کا نہیں ہوگا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ:اگر زوال کے بعد نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر زوال سے قبل نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دِن رمضان کا ہوگا اور ائمۂ احناف کے اسی اختلاف پر (امام ابو یوسف کے نزدیک) یہ شوال کا چاند ہے یعنی طرفین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما للہ تعالیٰ) کے نزدیک (دن میں چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد) ہر صورت میں آئندہ شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا۔امام ابو

یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شبِ گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے، اس لئے کہ ہلال عادتاً زوال سے قبل نظر نہیں آتا سوائے اِس کے کہ دو رات کا چاند ہو، پس ہلالِ رمضان میں وہ دِن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دِن۔ اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دِن کی رویت کا اعتبار نہیں، اعتبار غروب کے بعد کا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(رمضان کا) چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑو'' (صحیح بخاری، رقم الحدیث 1909)۔ پس صوم وافطار کا حکم روٗیت کے بعد ہے، اِس صورت میں امام ابو یوسف کا قول نص کے مخالف ہے۔ ''فتح القدیر'' میں ہے: حدیث شریف نے روزہ رکھنے یا عید منانے کے لئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ چاند پہلے نظر آئے، صحابۂ کرام، تابعین اور اُن کے بعد والے (ائمہ کرام) کے نزدیک رویت سے ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ہر قمری مہینے کی آخری شام کو (غروبِ آفتاب کے بعد) چاند نظر آئے، یعنی ہر مہینے کی تیس تاریخ کو زوال سے قبل کی رویت معتبر نہیں ہے، اور مختار قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے، (ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد 3، ص: 322، داراحیاء التراث العربی، بیروت)''۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا: ''اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اُسی وقت روزہ کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد؟۔ آپ نے جواب میں لکھا: کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو، اُس وقت کھولو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ترجمہ: ''پھر روزہ کو شام تک پورا کرو، (بقرہ: 187)''۔ درمختار میں ہے:

لاعبرة برؤية الهلال نهارا مطلقاً على مذهب الامام الصحيح المعتمد ،واما على قول الثانى من انه ان رأى قبل الزوال فللماضية فليس الافطار بمعنى بهارالصوم بل لثبوت العيد عنده بذاك وليس هذامعنى قوله ﷺ: صوموا لرؤيته وافطروا الرؤيته والايوجب الصوم بمجرد رؤية الهلال بعدالمغرب وهذا واضح جدا ۔

ترجمہ: ''امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (امام ابو یوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گذشتہ رات کا ہوگا، تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوتِ عید ہو رہا ہے کیونکہ گذشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور ﷺ کے فرمان مبارک ''چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو'' کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کر و ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اُسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے، (فتاویٰ رضویہ، جلد 10، ص 389-388، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)''۔

اعتکاف خواہ قصداً توڑا ہو یا کسی عذر کے سبب، اُس کی قضا واجب

ہے اور جس دن توڑا فقط اُس ایک دِن کی قضا لازم ہے، یہ قضا روزے کے ساتھ ہوگی۔

علامہ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

واذافسد الاعتکاف الواجب، وجب قضاؤہ، فان کان اعتکاف شہر بعینہ ،اذاأفطر یوما یقضی ذلك الیوم

ترجمہ:'' اور جب اعتکاف واجب فاسد ہوگیا ،تو اُس کی قضا واجب ہے، پس اگر وہ کسی معین مہینے کا اعتکاف تھا، تو جس دن افطار کیا (یعنی اعتکاف فاسد ہوا) ،اُسی ایک دن کی قضا اُس کے ذمے لازم ہے، (فتاویٰ عالمگیری، جلد1، ص:213)''۔

علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:'' رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے ،اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف کر کے فاسد کردیا تو امام ابویوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے (یعنی روزے کے ساتھ ایک دن کا اعتکاف)، اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہوگیا ،(تبیان القرآن، جلد1، ص739)''۔

جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اُن کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں اُس ایک روزے کی قضا رکھیں، کفارہ لازم نہیں۔ اِس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی سبب سے رَد کردی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اُس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اس نے خود عید کا چاند دیکھا ہے، مگر اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں۔ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

(رَأی) مُکلَّفٌ (هِلَالَ رمضانَ أو الفِطر وَرُدَّ قولُهُ) بِدَلیلٍ شرعی (صام) مطلقاً وجوباً ،وقیل نَدباً (فان أفطر قضی فقط) فیهما لِشُبهةِ الرَّد۔

ترجمہ:''کسی عاقل بالغ نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اُس کا قول دلیلِ شرعی کی بنا پر رَد کردیا گیا (یعنی اس کی گواہی قبول کر کے اس پر فیصلہ نہیں کیا گیا)، تو اس کے لئے مُطلقاً روزہ رکھنا واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے، اگر روزہ نہ رکھا تو فقط قضا ہے، کیونکہ گواہی رَد ہونے کی بنا پر اس کے لئے صورت مسئلہ مشتبہ ہے (اور حدود و کفارات شبہے کی بنا پر ساقط ہوجاتے ہیں) ،(ردالمحتار علی الدرالمختار ،جلد3،ص: 313، داراحیاء التراث العربی، بیروت)''۔

فقہی حوالہ جات کی روشنی میں شرعی مسئلہ واضح کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سائنسی اور فنی وجوہات کو بھی قارئین کے سامنے لائیں ،اس سلسلے میں رویتِ ہلال ریسرچ کونسل کے سیکریٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کی سائنسی توجیہہ درج ذیل ہے:

''09 ستمبر 2010ء بمطابق 29 رمضان المبارک کی شام پاکستان کے کسی بھی حصے سے رویتِ ہلال کی مستند شہادتیں

موصول نہ ہونے کے باعث مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان نے عدمِ رویت کا فیصلہ کیا اور اِس طرح 10 ستمبر 2010ء جمعۃ المبارک کو 30 رمضان المبارک اور 11 ستمبر 2010ء کو یکم شوال المکرّم 1431ھ قرار دیا۔ یہ فیصلہ سائنس اور فلکیات کی رُو سے بھی درست ہے۔ جمعۃ المبارک 10 ستمبر کو سہ پہر تقریباً تین بجے اسلام آباد میں چاند دکھائی دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ سائنس کے عین مطابق ہے۔ ''نئے چاند'' کی فلکیاتی اور دینی اصطلاحات کے علاوہ رویتِ ہلال کے سائنسی پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔ اگر ہم چاند کے بڑھنے گھٹنے کے عمل پر غور کریں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ قمری ماہ کے پہلے دو ہفتوں کے دوران یہ ہمیں روز بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے، یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ دائرے کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلے دو ہفتے اس کی جسامت (Size) ہر روز کم ہوتی نظر آتی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ چاند نظروں سے بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوبارہ چاند کے بڑھنے کا عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت کو قِران شمس و قمر (Conjunction) یا اتصال شمس و قمر یا اماوس کہتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک سیدھ میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔ علمِ فلکیات میں یہی اُس کے ''نیا چاند'' کہلانے کا وقت ہے اور رصد گاہی کی کتب میں نئے چاند کے اوقات اِسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسے نئے چاند کی پیدائش بھی کہتے ہیں اور چاند کی طبعی عمر اسی وقت سے شمار کی جاتی ہے۔ فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک، سورج سے بہت قریب اور اس کی طاقت ور شعاعوں کی براہ راست زَد میں ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی آنکھیں یا غیر معمولی قوت کی دُوربینیں بھی اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ جوں جوں چاند کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کی جسامت بھی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ سورج سے دور ہٹتے ہوئے اس کی شعاعوں کی طاقت سے بھی بتدریج محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بالآخر ایک وقت اس کا وجود اس قدر ہو جاتا ہے کہ سورج سے ایک خاص فاصلے پر غروب آفتاب کے بعد انسانی آنکھوں کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ بصری نیا چاند ہے جو دوسرے الفاظ میں رویت ہلال کے معروف نام سے موسوم ہے۔ فلکیاتی اور مقامی احوال کے تحت رویت ہلال پر اثر انداز ہونے والے عوامل یوں ترتیب دیئے جاسکتے ہیں۔

فلکیاتی کیفیات: (الف) چاند کی عمر (ب) غروبِ شمس اور غروبِ قمر کے درمیان فرق (ج) چاند کا سورج سے زاویائی فاصلہ (Longitudinal Distance) (د) سورج کا اُفق سے نیچے ہونا (ح) چاند کا ارتفاع (Altitude of Moon) (و) چاند کا زمین سے فاصلہ۔

مقامی کیفیات: (الف) مَطلَع (Horizon) کی کیفیت (ب) فضا کا شفاف پن (Transparency) (ج) مقام

مشاہدہ کا محل وقوع یعنی طول بلد (Longitude) اور عرض بلد (Latitude)۔ مقام مشاہدہ کی بلندی اگر سطح سمندر سے کم ہو تو اِنعطافِ نور (Refraction of Light) کی شرح زیادہ ہوگی اور رُویتِ ہلال کے لیے زیادہ سازگار ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کے بہ نسبت ساحل سمندر پر نیا چاند دکھائی دینے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ سائنسی اور فلکیاتی توضیحات کی باریکیوں میں الجھے بغیر ایک عام آدمی بھی مطلع صاف ہونے کی صورت میں صرف دو معلومات کی بناء پر کسی حد تک رویتِ ہلال کے امکان کا پیشگی تعین کرسکتا ہے یا شہادتوں کے معیار کو پرکھ سکتا ہے۔ اول چاند کی عمر اور دوم غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق۔ رویتِ ہلال کیلئے چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے نیز غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق کم از کم چالیس منٹ ہونا چاہئے، اگر چاند کی عمر 30 گھنٹوں سے بڑھ جائے تو غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق 35 منٹ ہونے پر بھی ہلال نظر آجاتا ہے یا اگر غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق 50 منٹ سے بڑھ جائے تو تقریباً 19 گھنٹے کی عمر کا چاند بھی دکھائی دے جاتا ہے۔

اصل مسئلہ: رویتِ ہلال کے لئے غروبِ آفتاب کا وقت اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس سے قبل ہم نیا چاند دیکھنے کی کوشش کریں گے تو سورج کی تیز روشنی کے باعث ہماری آنکھیں چندھیا جائیں گی اور ہم اتنا باریک چاند اُس کی موجودگی کے باوجود دیکھ نہیں پائیں گے۔ نیا چاند دکھائی دینے کیلئے سورج کا غروب ہونا یا سورج کی براہِ راست شعاعوں کی زد سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔

ستمبر 2010ء میں نیا چاند 8، ستمبر کو پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق سہ پہر تین بجکر تیس منٹ پر پیدا ہوا۔ 9، ستمبر کو غروبِ آفتاب کے وقت اگر چہ چاند کی عمر پاکستان کے تمام شہروں میں ساڑھے 26 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی لیکن غروبِ شمس اور غروبِ قمر کا درمیانی فرق کسی بھی شہر میں 28 منٹ سے زائد نہیں تھا، لہٰذا جمعرات کی شام نیا چاند دکھائی نہیں دیا۔ اگر نیا چاند سہ پہر ساڑھے تین بجے کی بجائے گیارہ بجے قبل از دوپہر پیدا ہوا ہوتا تو وہ جمعرات کی شام دکھائی دے جاتا۔ جمعۃ المبارک 10، ستمبر بمطابق 30 رمضان المبارک کی سہ پہر اسلام آباد میں سورج کے آگے اتنے گھنے بادل آگئے کہ وہ سورج کی براہ راست روشنی کے آئی نائن سیکٹر پہنچنے کی راہ میں مزاحم ہوگئے جبکہ بادلوں کے اوپر سے سورج کی روشنی چاند کے جس حصے پر پہنچ رہی تھی، وہ روشن ہو رہا تھا، لہٰذا وہ پتنگ اڑاتے بچے کو بھی دکھائی دے گیا حالانکہ وہ بچہ رویتِ ہلال کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ یہ امر مدنظر رہے کہ اس وقت چاند کی عمر 47 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ اگر بادل سورج کی روشنی میں مزاحم نہ ہوتے تو کوئی بھی انسان چاند کی وہاں موجودگی کے باوجود اُسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا، تو آنکھیں چندھیا جانے کے باعث اُسے دیکھ نہ پاتا۔ رہا یہ سوال کہ اس واقعہ سے ماہِ شوال 1431ھ کا 10/ستمبر کی شام سے آغاز مشکوک قرار پاتا ہے تو اس کا انتہائی سادہ جواب یہ ہے کہ جب 9، ستمبر کی شام رویتِ ہلال نہیں ہوئی تھی، تو شرعی حکم کے مطابق رمضان المبارک کے تیس ایام مکمل کرنے کے بعد ہی شوال کا آغاز ہونا تھا"۔

ہم نے شرعی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کی وضاحت کردی ہے ۔سائنسی اور فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی اُنتیس یا تیس تاریخ کو دِن کے وقت بعض موسی

احوال کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے، لیکن اُس سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ، وہ چاند گذشتہ شب ہی سے متعلق ہوتا ہے ۔شرعی اور سائنسی اعتبار سے نئے قمری ماہ کا آغاز اُسی صورت میں ہوگا جب چاند اُس دِن غروبِ آفتاب کے بعد نظر آئے ۔ یہ تفصیلی بحث ہم نے اِس لئے کی کہ جب تک دنیا قائم ہے، نظامِ شمس وقمر بھی اللہ تعالٰی کے حکم سے جاری رہے گا، شمسی اور قمری مہینوں کا آغاز اور اختتام بھی ہوتا رہے گا اور اُن کے ساتھ جو دینی امور متعلق ہیں وہ بھی جاری وساری رہیں گے ۔بس یہ ضابطہ ذہن میں رہے کہ نئے قمری مہینے کا آغاز اُسی وقت ہوگا، جب قمری مہینے کی اُنتیس تاریخ کو غروبِ آفتاب کے بعد مَطلَع پر چاند نظر آئے، ورنہ وہ قمری مہینہ تیس کا قرار پائے گا اور اگلے دِن کو بعض موسی وجوہ اور فلکیاتی احوال کے باعث کسی وقت آسمان پر چاند نظر بھی آجائے، تو اُس سے قمری تاریخ میں کوئی رَد وبدل نہیں ہوگا ۔اِس لئے تمام برادرانِ ملّت سے گذارش ہے کہ وہ اِس حوالے سے توہّمات اور ضعیف الاعتقادی میں مبتلا نہ ہوں۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی ﷺ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

مرجع عالم

از عزیز حاصل پوری

نور کی سرکار ہے یہ نور کا دربار ہے
روضہ نور مجسم بقعہ انوار ہے

حُسن کا گھر بھی یہی ہے عشق کا گھر بھی یہی
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

بام درطیبہ کے ہیں فردوس نظارہ مجھے
سایہ رحمت تمہارا سایہ دیوار ہے

ہو رہا ہے بارور سب کا نہال آرزو
گنبد خضرا ہے اور اِک مجمع زوار ہے

مرحبا، خوشبوئے زلف عنبرین مصطفٰے
چار سو پھیلی ہوئی مہکار ہی مہکار ہے

بادہ تسنیم درجہ کیف و کم مجھ کو نہیں
دل مرامست ولائے احمد مختار ہے

خواب میں سرکار کا دیدار جس کا ہوگیا
اُس کی قسمت قسمت خفتہ نہیں بیدار ہے

غرق بحر معصیت ہیں یارسول اللہ ہم
اک نگاہ لُطف ہوجائے تو بیڑا پار ہے

تم کو سب معلوم ہے آقا تمہارے ہجر میں
کس قدر ناگفتنی حال عزیز زار ہے

☆☆☆☆☆

شہادت کی عظمت وفضیلت

صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ جنت میں جانے کے بعد کسی شخص کا دوبارہ دنیا میں آنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر شہادت کی لذت ایسی ہے کہ شہید کو جنت میں جا کر پھر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اور شہید اس امر کی خواہش کرتا ہے کہ اس کو دنیا میں بھیجا جائے تا کہ وہ اللہ کے راستہ میں بار بار شہید ہو۔ (مفہوم۔ بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ یا تو شہادت میں مزہ اور لذت ہی ایسی ہے کہ بار بار قربان ہونے کو دل چاہتا ہے یا شہداء کی فضیلت کو دیکھ کر خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ فعل بار بار کیا جائے تا کہ اجر زیادہ ملے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''اگر تو جنگ کی تکلیف پر صبر کرے ثواب کی امید رکھے دشمن کے سامنے سے مونہہ نہ پھیرے اور پھر مارا جائے۔ تو تیرے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (مگر قرض معاف نہیں ہوگا) مجھ سے یہ بات جبرائیل نے کی''۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب شہید ہوئے تو سرکار رسالتماب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر تجھے معلوم ہے کہ تیرے والد سے اللہ تعالیٰ نے کیا باتیں کیں؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ مجھے خبر نہیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے حجاب میں گفتگو کرتا ہے مگر تیرے باپ سے بغیر حجاب اور بالمشافہ گفتگو ہوئی۔ جب اللہ رب العزت نے تیرے باپ سے اُس کی تمنا دریافت کی تو انہوں نے دوبارہ دُنیا میں آ کر شہید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ مرنے کے بعد دُنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جاتا۔ تو انہوں نے کہا اچھا جو لوگ دنیا میں ہیں کم از کم انہیں میرے مرتبہ سے مطلع فرما دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً الآیۃ (ترمذی)

معلوم ہوا کہ شہداء سے حضرت حق سبحانہ بلا حجاب مخاطب ہوتا ہے اور قیامت سے پیشتر ہی ان سے اہلِ جنت کا معاملہ شروع کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شہید فی سبیل اللہ کو شہادت کے وقت صرف اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے کسی چیونٹی نے کاٹ لیا ہو (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ شہید کو موت کی بہت ہی معمولی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے شہدا کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت کے پھل کھاتی پھرتی ہیں۔ (ترمذی)

اس حدیث میں شہادت کے بعد کی حالت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے شہید کو اپنے اعزاء واقارب میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

گویا ایک شہید ستر آدمیوں کو جنت میں لے جاسکے گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت میں جب اہل محشر حساب کتاب کی مصیبت میں مبتلا ہوں گے تو لوگوں کا ایک جم غفیر تلواریں کندھے پر رکھے ہوئے جنت کے دروازہ پر پہنچے گا' ان لوگوں کے زخموں سے خون بہتا ہوگا۔ اہل محشر کے دریافت کرنے پر بتلایا جائے گا کہ یہ لوگ شہید ہیں یہ موت کے بعد زندہ تھے اور اُن کو رزق دیا جاتا تھا۔ (طبرانی)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اشاد فرمایا شہداء کو چھ فضیلتیں حاصل ہیں (۱) پہلی بار میں بخش دیا جاتا ہے۔ (۲) شہادت کے وقت اپنی جگہ جنت میں دیکھ لیتا ہے۔ (۳) عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (۴) قیامت کی پریشانیوں اور گھبراہٹ سے مامون میں رہتا ہے (۵) اس کے سر پر تاج رہتا ہے جس کا ایک ایک یاقوت تمام دنیا کی دولت سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ (۶) ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شہادت کا ذکر آیا تو ارشاد فرمایا۔ شہید کا خون زمین پر خشک ہونے نہیں پاتا کہ اُسکی حورعین میں سے دو بیویاں سُرخ جوڑے لے کر دوڑتی ہوئی آتی ہیں ایک ایک جوڑے کی قیمت دنیا کی تمام دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔ (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ دم نکلتے ہی یہ معاملات شروع ہوجاتے ہیں شہید کو قیامت کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ سب لوگ اپنی اپنی قبر میں پریشان ہوتے ہیں مگر شہداء کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اُن کے لیے تلوار کا سایہ تمام فتنوں کی آڑ بن جاتا ہے۔ (نسائی)

معلوم ہوا کہ شہداء سے قبر میں سوال وغیرہ بھی نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں بدصورت بھی ہوں اور مفلس بھی۔ اگر میں کفار سے لڑوں اور مارا جاؤں تو مجھ جیسے کالے' غریب بدبودار اور میلے کچیلے سے کیا معاملہ ہوگا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تو جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر وہ دشمنوں کی صف میں جا گھسا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خوبصورت خوشبودار اور مالدار کردیا۔ پھر حاضرین سے ارشاد فرمایا۔ حورعین میں سے اس کی زوجہ کو میں دیکھتا ہوں کہ اُس کے کمبل کے کرتے کو کھینچ رہی ہے اور اسی کے کمبل کے کرتے میں داخل ہو رہی ہے۔ (حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کن لوگوں کو شہید سمجھتے ہو؟ حاضرین نے عرض کیا۔ جو خدا کی راہ میں مارا جائے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح تو میری امت میں شہدا کی تعداد بہت کم رہ جائے گی لوگوں نے عرض کیا پھر شہید کون ہے؟ ارشاد فرمایا جو خدا کی راہ

میں مارا گیا وہ شہید ہے، جو خدا کی راہ میں مرگیا وہ شہید ہے، جس نے طاعون کی وباء پر صبر کیا اور طاعون سے مرگیا وہ شہید ہے، جو پیٹ کی بیماری میں مرا وہ شہید ہے، پانی میں ڈوب کر جو مرگیا وہ شہید ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مکان کے گرنے سے دب کر جو مرجائے وہ شہید ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ذات الجنب یعنی نمونیہ کے مرض میں جو مرگیا وہ بھی شہید ہے جو عورت زچگی میں مرجائے وہ بھی شہید ہے (ابوداؤد)

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ پیٹ کے مرض سے جو مرجائے اُسے قبر کا عذاب نہ ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا یا گھر والوں کی حفاظت میں مارا گیا یا دین کی حفاظت میں مارا گیا یہ سب شہید ہیں۔ (داؤد)

مطلب یہ ہے کہ چور اور ڈاکو کسی کو مارڈالیں یا دین کی بات پر کوئی شخص قتل کردیا جائے یا اپنے مال یا جان یا اہل وعیال کی طرف سے مدافعت کرنے میں مارا جائے تو یہ سب شہید ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے جہاد کیا، امام کی پوری اطاعت کی، مال خرچ کیا، اپنے شریک سے نرم معاملہ کیا، فساد سے بچا اس کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص سچے دل کے ساتھ خدا تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔ (مسلم)

☆☆☆☆☆☆

سقوط بغداد کی تاریخ ''خون''

جب مسلمانوں کا باہمی انتشار افتراق انتہاء کو پہنچ گیا۔ حقیقت خرافات میں کھوگئی۔ علماء تبلیغ دین کے بجائے اختلافی مسائل کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کی تکفیر میں لگ گئے تو خدا کا غضب چنگیزوں کے پوتے ہلاکو خاں کے روپ میں مسلمانوں پر نازل ہوا۔ بغداد تاراج کردیا گیا ہزار ہا بندگان خدا تہہ تیغ کردیئے گئے۔ جہاں نگاہ جاتی تھی لاشوں کے انبار دکھائی دیتے بغداد کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اس لئے کسی صاحب دل نے سقوط بغداد تاریخ لفظ ''خون'' سے نکالی جس کے عدد 656 ہوتے ہیں۔ یہ ۶۵۶ ہجری کا سال تھا۔ بلاشبہ الہامی تاریخ تھی۔ کاش کہ ہم تاریخ سے سبق حاصل کرسکتے۔

امام عالی مقام کے عظیم الشان کردار کی نصیحتیں اور ہدایتیں

الحاج مولانا احمد علی صاحب

واقعہ کربلا دنیا کے اہم ترین واقعات میں سے ہے جس کی اہمیت میں نا صرف دنیا کے مشرق ہی واقف ہے بلکہ مغرب کے ارباب نظر بھی اس کی عظمت کے معترف ہیں، ہر انسان کا بلا لحاظ مذہب وملت یہ فرض ہے کہ دنیا کے ہر واقعہ سے کچھ نہ کچھ سبق حاصل کرے اور اسی لیے خدا نے انسان کو نہ صرف کان اور آنکھیں دی ہیں بلکہ عقل بھی مرحمت فرمائی ہے تاکہ انسان راہ حیات کو طے کرتے ہوئے واقعات کو سنے اور دیکھے پھر انہیں عقل کے سامنے پیش کرے نتائج اخذ کرے اور ان سے اپنے سفر حیات کی دشوار گزار گھاٹیوں میں فائدہ حاصل کرے۔

آج کی صحبت میں ہمیں اجمالی نظر سے یہ دیکھنا ہے کہ واقعات کربلا سے دنیا کو کیا سبق لینے چاہئیں، آخر اس قدرت کا کوئی راز تو ضرور ہی مضمر ہے کہ اس واقعہ کی یاد کو زمانہ کا زبردست ہاتھ نہ مٹا سکا، حکومتیں اس کو صفحہ دل سے نہ محو کر سکیں، حالانکہ علم نفس سے یہ ثابت ہے کہ غم کی خبریں فراموش ہو جایا کرتی ہیں چونکہ مشیت الٰہی کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان ایک مدت تک فضائے عالم میں رہے اگر یہ ہمیشہ مبتلائے غم رہتا تو اس پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا، اس کی مدت زیست جلد ختم ہو جاتی، اسی لیے دست قدرت نے اس کے دماغ میں باوجود وسعت کے یہ تنگی بھی رکھی ہے کہ توالئ واقعات سے پہلا غم رفتہ رفتہ اپنی قوت کو کم کرتا جائے یہاں تک کہ تھوڑی مدت کے بعد اثر غم سے میدان حیات بالکل خالی ہو جائے، لیکن سانحہ کربلا ایک انوکھی شان رکھتا ہے اس کا غم آج بھی اسی طرح تازہ ہے جس طرح صدیوں پہلے تھا یہ آج بھی اسی طرح خون کے آنسو رلاتا ہے جس طرح قرنوں سے پہلے رلایا کرتا تھا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ واقعہ کی یاد کو باقی رکھنے میں قدرت کا کوئی منشا ضرور ہے کہ فائدہ کی چیز باقی رہا کرتی ہے اور جس سے کوئی فائدہ نہ ہو اس کے نقش کو قدرت کے ہاتھ خود محو کر دیتے ہیں۔

آجکل مادیت کا دور ہے اور مادیین میں نے اس دور میں یہاں تک ترقی ہے کہ عقلیں دنگ ور وره جاتی ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا انھیں اطمینان اور سکون قلب حاصل ہے؟ مادیین کی تمام پرواز کی علت غائی یہی ہے کہ دنیا بھر کی دولت و ثروت و سلطنت و حکومت انھیں مل جائے یہ انھیں مل گئی ہے اور مل رہی ہے لیکن دماغی اطمینان اب بھی حاصل نہیں ہے مغرب اور نئی دنیا میں آج کڑوروں کروڑ پتی ہیں جن کے سیم و درز کے انبار شمار نہیں آتے لیکن انھیں طمانیت روح نہیں سکون قلب نہیں، چین نہیں، راحت نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادہ کی تمام ترقیاں بھی وہ چیز نہیں دے سکتیں جو اصل مقصود ہے اس لیے ہمیں دوسری طرف توجہ کرنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ یہ جنس گراں بہا یہ گوہر مقصود

کہیں اور ملتا ہے؟ قرآن حکیم کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ چیز صرف ایک ہی جگہ مل سکتی ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ خدا پرستی سے یہ جنس ملتی ہے اور اس کے لیے بہترین مثال واقعہ کربلا ہے۔

ادھر یزید ہے اور اس کا جاوہ چشم ہے۔ ادھر حسین ہیں اور ان کی بے سروسامانی ہے حسین تمام مادی اشیاء سے ایک ایک کر کے خود کو محروم کر لیتے ہیں، حرم کعبہ سے نکلتے ہیں کربلا کے جنگل میں آپ فرات سے پرے خیمے لگاتے ہیں ایک ایک مادی تعلق ہے دستبردار ہو جاتے ہیں، اعوان وانصار کو جدا کرنے کی کوشش کرتے ہے اعزاء اقرباء کو چلے جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ کھانے سے دستکش ہو جاتے ہیں پانی سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں الغرض ہر شے سے آپ اپنا تعلق توڑ دیتے ہیں اب اگر مادیات میں ہی طمانیت قلب ہوتی تو کمال اطمینان حاصل تھا، حد درجہ کا سکون تھا' جب آخری دفعہ فوجِ اشقیاء کے سامنے تشریف لے گئے ہیں تو روئے زیبا سے نور کی شعائیں نکل رہی تھیں۔

چہرہ محبتِ الٰہی کے نور سے جگمگا رہا تھا، اسی لیے خدا نے بھی آپ کی روح کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ.

(اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف واپس آجا تیرا رب تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی ہے میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری رضا کی جگہ میں آجا۔)

ہر ترقی کا مدار فرض شناسی پر ہے وہ افراد ترقی کرتے ہیں جو فرض شناس ہیں کہ وہ اقوام بام عروج پر پہنچتی ہیں جو فرض شناسی سے آشنا ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہنا چاہیے کہ دنیا فرض شناسی ہی کی وجہ سے اب تک موجود ہے اگر آفتاب عالم تاب آج اپنی فریضہ کو چھوڑ دے تو دنیا تو تیرہ تار ہو جائے۔ اگر علویات سفلیات اپنے وظائف سے تساہل برتنے لگے تو عالم وتہ وبالا ہو جائے اگر اعضاء جسمانی اپنے فرائض کو ترک کر دے تو موت موجود ہے فرض شناسی ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے یہ عالم باقی ہے اور عالم کی ہر چیز کا دارومدار اسی پر ہے۔

فرض شناسی کی اعلیٰ مثالیں جیسی واقعہ کربلا میں ملتی ہیں کسی اور واقعہ میں بہت کم ملتی ہیں اور ناقص صورت میں پائی جاتی ہیں۔ واقعہ کربلا کے تمام شرکاء کو فرض کو قومی احساس ہے، ایسا احساس کہ ہر شخص خود فرض شناس ہے اور یہ ضرورت بھی نہیں ہوتی کہ کسی کو اس کا فرض یاد دلایا جائے۔ اس واقعہ کے اصل ہیرو سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں دنیا کی کوئی طاقت آپ کو ادائیگی فرض سے نہیں روک سکی۔ صحابہ کرام نے گوشہ نشینی کیلئے مشورے دیئے۔ لوگوں نے آپ سے بے التفاتی وبے وفائی کی۔ آپ کے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون بہایا گیا اور اس قسم کے بہت سے واقعات پے در پے ایسے پیش آئے کہ اگر کوئی اور ہوتا تو اس کا پائے اثبات ڈگمگا جاتا اور اپنے فرض کو چھوڑ دیتا بھلا دیتا لیکن جوں جوں مصائب کی تیزی بڑھتی گئی۔ حسین کی فرض شناسی کا احساس اور قوی ہوتا گیا یہاں تک کہ آپ کا نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے فریضہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

سے فارغ ہوئے۔ دیگر شرکاء واقعہ کی فرض شناسی بھی دیکھئے۔ حضرت حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرائض سے آگاہ ہیں۔ حضرت زہیر اپنے فرائض کو پہچانتے ہیں سیدنا حضرت امام علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرض کو سمجھ رہے ہیں اور انہیں یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہیں کہ آپ کا فریضہ یہ ہے۔ حتی کہ سیدنا حضرت امام قاسم بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو ابھی کم عمر میں اپنے فرض سے اسی طرح روشناس ہیں جس طرح زبان ذوقِ شیرینی سے واقف ہے اسی طرح مخدّرات عظمت وطہارت بھی اپنے اپنے فرائض سے واقف ہیں، ان میں سے کسی کے لیے ضرورت نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو اس کا فرض بتلائے۔ جب وقت آتا ہے تو کبھی حبیب میدان میں آجاتے ہیں، کبھی زہیر، کبھی عباس، اور کبھی علی اکبر سامنے آجاتے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو قاسم بھی دست بستہ اذنِ جہاد طلب کرتے ہیں جب وقت آتا ہے تو خواتین تقدس مآب بھی اونٹوں پر سوار ہو کر نشر دین واشاعتِ حق کا فریضہ ادا کرتی ہیں. مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ.

خدا کی ذات، الوہیت میں فرد ہے وہ کسی ناصر ومعین کی محتاج نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس کی وحدانیت سے اس حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ اس کی ذات صفات میں بھی روئی نہیں ہے لیکن تمام موجودات گرد کثرت سے ملوث ہیں، چار عناصر جمع ہوئے تو انسانی جسم پیدا ہوا، روح وجسم ملے تو اس میں حیات وشعور آیا ذکور واناث کا ازدواج ہوا تو انسانی نسل نے ترقی کی، کچھ لوگوں نے ایک دوسرے سے تعاون کیا تو عمرانیت کی صورت پیدا ہوئی ،اسی طرح آپ سوچتے جایئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کثرت نے تعاون کیا تو دنیا ترقی پذیر ہوئی انبیاء ومرسلین دنیا میں آئے کہ اپنے ہم خیال اور معاونین پیدا کریں تا کہ خدائی مشن اشاعت پائے۔

قرآن مقدس کی تعلیم تعاون کے متعلق یہ ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (تم نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو لیکن گناہ اور دشمنی پر کسی کی مدد نہ کرو۔)

حسینی قافلہ کا تعاون دیکھئے کہ اپنے خاندان ہی سے اٹھارہ انصار مل گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے عالم میں تزلزل پیدا کر دیا۔ ملائکہ اپنی عبادت گاہوں سے سر نکال کر حسینی کارناموں کو حیرت سے دیکھنے لگے، آسمان خون کے آنسو رونے لگا، زمین لرزنے لگی، کربلا کی زمین تیرہ تاتھی ہوگئی اجنہ نے نوحے پڑھے جن قلوب تک کلمہ رسول ﷺ کی رسائی اب تک نہ ہوئی تھی وہاں حسین نے اسلام کا سکہ جما دیا حسینی قافلہ کا تعاون دیکھئے ہر فرد، صغیرہ وکبیرہ برناو پیر ذکور واناث سب ہی تعاون کرتے ہیں، اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ ایک جماعت پیدا کرو اور جب جماعت بن جائے تو اس کا ہر فرد مقصود جماعت کے حصول کے لئے سعی کرے مرد بھی ہمت کریں عورتیں بھی ہاتھ بٹائیں بوڑھے بھی ساتھ دیں جوان بھی میدان میں آئیں، بڑے بچے بھی اسی کا مظاہرہ کریں اور چھ ماہ کے بچے بھی جماعت کے ہمرنگ ہوجائیں تو پھر دیکھئے کہ اللہ رب العزت کی رحمت سے دنیا کی کوئی طاقت آپ کی ترقی میں حائل نہیں ہوسکتی۔

تاریخ عالم پر ایک گہری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں

جب بھی تباہی آئی فسق وفجور کی وجہ سے آئی اور بدکاریاں ہی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اس لیے ہر بہی خواہ انسانیت کا فرض ہے کہ وہ فسق وفجور کو روکے اور دنیا کو تباہی سے بچائے۔ یوں تو تمام خاصانِ خدا فسق وفجور کو روکنے کے لئے دنیا میں آئے ہیں لیکن اس کے متعلق جو شاندار کام امام عالی مقام نے کیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے، جب بیعت یزید آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا میں یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرسکتا، وہ شارب خُمر اور مرتکب فسق وفجور ہے، درحقیقت یہ دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں اور انھیں دونوں برائیوں کی وجہ سے دنیا پر تباہیاں آتی رہی ہے۔ امام عالی مقام نے دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے یزید کی بیعت نہ کی اعوان وانصار شہید ہوگئے بیٹے ذبح ہوگئے اپنا خشک گلا خنجر کے نیچے رکھ دیا بہنوں اور بیٹیوں کو قید وبند میں مبتلا کیا لیکن شرابی اور بدکردار انسان کی بیعت کا عہد اپنی گردن میں نہ ڈالا۔ حسین سا داعئ اپنی اخلاق وانسانیت دنیا میں نہیں گزرا اور حسین سا مصلحِ نبض شناس عالم نے پیدا نہیں کیا۔ شہادت حسین سے اثر پذیر ہونے والوں کے لیے بالعموم خصوصاً مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تمام برائیوں سے قطعاً بچتے رہیں۔

شہدائے کربلا کا خون

ابھی بہت دور۔۔۔ افق کی آغوش میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ زمین نے آسمان کی طرف دیکھا آسمان کی چھاتی میں آگ سی لگی ہوئی تھی۔ دھیرے دھیرے وہ آگ پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ اس آگ میں سورج ڈوب رہا گیا اور پھر۔ عروس شام نے اپنا سرخ جوڑا اتار کر پھینک دیا۔۔۔ اور سیاہ لباس پہن لیا۔ دھیرے دھیرے۔۔۔ بہت آہستہ سے قدرت نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کرب وبلا کی مٹی سے جو کہ خون سے گندھی تھی

منقبت

سیدنا امام عالی مقام حضرت سید حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید عبدالمنان احمد قادری

فطرت آدم کو دے کر اک حیات
بخش دی انسان کو انسانی صفات
اس نے اپنے قطرہ خون ناب سے
دیں کو زندہ کردیا دے دی حیات
راکب دوش پیمبر ذی وقار
صاحب صبر و رضا در کائنات
کردیا دین نبی کو پائیدار
واہ رے اس کی رضا صبر وثبات
دے دی سچائی کو اس نے وہ زبان
ہوگئیں بیدار سب سمت حیات
اس سخی نے دے دیا ہر آل کو
حلم و صبر و برتری کامل حیات
بہر دل گیر اس کی سیرت میں سبق
ہر حزیں کو دے اس نے اک حیات
خم تھا سر سجدہ میں وقت آخری
اس طرح حق کو دیا عزم ثبات
وہ گل رنگیں ہیں شاہ کربلا
ہے معطر جن سے عالم شش جہات

عارف کون ہے؟

لطائف اشرفی سے ماخوذ

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے شیخ ابوبکر دینار ازمولی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں المعرفة تحقیق القلب بواحدانية الله یعنی دل میں حق تعالیٰ کی وحدانیت کا متحقق ہوجانا معرفت ہے حضرت نورالعین نے خدمت گرامی میں عرض کیا کہ عارف کس کو کہتے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا شیخ ابوتراب بخشی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جسے کوئی چیز تاریک نہ کرسکے اور ہر چیز اس سے روشن ہو۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا خواہ لباس معرفت سے آراستہ کرنا اور دل میں عرفان کی بنیاد رکھنا ہر چیز سے بہتر ہے کو وہ ریاکاری ہی سے کیوں نہ ہو، جیسا کہ اکابر حضرات میں سے ایک نے ارشاد فرمایا کہ معرفت کے سبب سے بدی ہر عبادت سے بہتر ہے اور عارفوں کی ریا اور کاملوں کا نمود مریدوں اور مبتدیوں کے اخلاص سے بصد مرتبہ افضل و بہتر ہے اس بارے میں حضرت شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا عارف کی کچھ دیر کی معرفت اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابدوں کی ہزار سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بغیر معرفت کے عبادت کرنی کی مثال چکی کے گدھے کی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کررہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ شریف حمزہ عقیلی نے ایک موقع پر بلخ میں یہ بات فرمائی کہ زمانہ کے عارفوں کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی اور پروردگار عالم کی معرفت رکھنے والوں کی ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اس کے دور میں جو ذرہ بھی موجود ہو اس کا اُسے علم ہو یا ملک میں کوئی چیز پیدا ہو یا حرکت میں آئے تو اس کی اُسے خبر ہو۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے (تقریباً) فرمایا کہ شیخ ابن البرقی بیمار تھے۔ ان کے سامنے پانی پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ مکہ میں حادثہ پیش آیا ہے جب تک اس افتاد کی تفصیل معلوم نہ ہوجائے تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ تیرہ دن تک کچھ نہ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ خبر آئی کہ قرامطہ نے حرم پر حملہ کردیا ہے بہت سی مخلوق کو قتل کرڈالا اور حجر اسود کو توڑ ڈالا ہے۔ تب انہوں نے کھایا پیا۔ شیخ ابوعثمان مغربی نے یہ قصہ سن کر حضرت شیخ ابوعلی کاتب سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی (کوئی بڑا کام نہیں) بات تو جب ہے کہ یہ بتاؤ آج مکہ میں کیا ہورہا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج مکہ میں تلوار چل رہی ہے (لڑائی ہورہی ہے) آل طلحہ اور آل بکر کے درمیان جنگ ہورہی ہے۔ آل طلحہ کے لشکر کا سردار ایک ایسا جوان ہے جو سیاہ گھوڑے پر سوار ہے اور سرخ عمامہ باندھا ہوا ہے۔ اس بات کو (تاریخ کے ساتھ) لکھ لیا گیا۔ جب مسافران مکہ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ویسا ہی ہوا تھا جو کہ شیخ نے بیان فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ یہ شرط عارف کے لیے بر سبیل عموم نہیں ہے (کہ وہ ہر وقت ہر بات سے آگاہ رہے) صفت عبودیت اور عالم بشریت سے متعلق ہوتے ہوئے

اس سے اتنا کچھ نہیں ہوسکتا، بندہ پر وہی بوجھ رکھا جاتا ہے جو وہ اٹھاسکتا ہے کوئی نہیں اٹھا پاتا اور کوئی اٹھالیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جسے پسند فرمالے اپنے رسولوں میں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ

اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کردے۔

شعر

علم ہر شے کا ہے اُسی کی شان
عالم الغیب ہے وہی سبحان

حضرت کا عزم حج:

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ چنانچہ بعض خدام بارگاہ اور مخصوصان حضرت جیسے حضرت نور العین، شیخ ابوالوفا خوارزمی وخواجہ ابوالمکارم، شیخ الاسلام بابا حسین اور تنگر قلی یہ سب حضرات آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوئے۔ بندرگاہ روم سے جہاز میں سوار ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ موافق ہوا کا چلنا بند ہوگیا تین روز اسی حال میں گزر گئے اور کسی وقت بھی باد موافق نہیں چلی اس صورتِ حال سے تمام ہمراہی پریشان ہوگئے۔ اس عرصہ میں حضرت قدوۃ الکبریٰ پر ایک خاص کیفیت اور ایک عجیب حالت طاری رہی اس عرصہ میں آپ نے اپنے ان ملازمین خاص کی اس پریشانی کی طرف قطعی توجہ نہیں فرمائی۔ آپ بس ادائے نماز اورادِ مخصوصہ اور وظائف معبودہ کے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے لیکن آپ کے اصحاب کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوتی تھی کہ آپ خود ایسا نہیں کر رہے۔ (یہ سب کچھ فعل اضطراری ہے) جب سب لوگوں کی بے قراری اور جہاز میں سفر کرنے والوں کا عجز و نیاز حد سے بڑھ گیا تو مجبور ہوکر حضرت قدوۃ الکبریٰ کو اس حال سے آگاہ کیا گیا تو تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت مجذوب شیرازی (حافظ شیرازی) یاد آرہا ہے اس کا شعر پڑھو (جو حسب حال ہے)

شعر

کشتی شکستہ ہم ہیں چل اٹھ ہوا موافق
شاید کہ دیکھیں پھر ہم اس یارِ آشنا کو

جیسے ہی آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا اور آپ نے شعر تمام کیا اسی دم ہوا موافق چلنے لگی اور جہاز تیزی سے منزل کی جانب روانہ ہوگیا۔ جب جہاز نے کافی راستہ طے کرلیا تو اس فقیر یعنی غریب نظام یمنی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ معرفت ولی کی ایک شرط یہ بھی ہے اس وقت کوئی ایسا عارف ہوتا تو اچھا ہوتا جو ہم کو عارفان وسالکان بحر کے بارے میں کچھ بتلاتا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اس خادم سے مخاطب ہوکر فرمایا فرزند نظام الدین میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عابد ان بحر ہیں (سمندر کے اندر عبادت کرتے ہیں) میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے اور آپ کا مقام کہاں ہے؟ آپ لوگوں میں بھی مرید کرنے اور خلافت عطا کرنے کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ زمین کے اولیاء اللہ میں رائج ہے! انہوں نے جواب دیا کہ اس سمندر کے اندر ایک شہر ہے جس کو مدینۃ الاشرف کہا جاتا ہے اس شہر میں ایک شیخ ہیں جن کو دُرالبحر کہا جاتا ہے وہ خود کو اشرفی

سلسلہ کا ایک کمترین خلیفہ کہتے ہیں۔ شیخ درالبحر کے دس ہزار مخلص مرید ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں میرا نام ''کیکل'' ہے تب میں نے اس شخص سے کہا کہ تمہارے پیر خود کو جس ہستی سے منسوب کرتے ہیں وہ اس وقت جہاز میں تشریف فرما ہیں۔ میری یہ بات کہتے ہی کیکل پانی سے باہر آگئے ان کے جسم پر جو لباس تھا وہ پریوں کے لباس کی طرح تھا وہ اسی وقت حضرت قدوۃ الکبریٰ کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے اور حضرت قدوۃ الکبریٰ سے ایک گھڑی تک مصروف کلام رہے لیکن ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ان حضرات کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکا۔

ایک شب تراویح میں ختم قرآن:

حضرت قدوۃ الکبریٰ ایک سال رمضان کے مہینہ میں صالحیہ دمشق میں جامع مسجد کی خانقاہ میں معتکف تھے۔ حضرات صوفیہ اورارباب طریقت کی دمشق میں اتنی کثرت تھی کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔

شعر

کچھ ایسا تھا مجمع وہاں اک قدم
نہ رکھتا تھا کوئی وہاں ایک دم

اس بات سے سیاحان زمانہ اور وہاں کے آنے والے بخوبی واقف ہیں، وہاں کے تمام اکابر صوفیہ، فضلا اور فقراء اس ارشاد کے مطابق کہ من صلے خلف امام تقی فکانما صلی خلف امام النبی علیہ وسلم (جس نے متقی امام کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے کسی نبی علیہ السلام کی امامت میں نماز ادا کی) حضرت قدوۃ الکبریٰ کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک رات میں قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔ بعض آرام پسند لوگ اتنی دیر کھڑے رہنے کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ختم قرآن کی سعادت سے محروم رہتے تھے لیکن عبادت گذار حضرات اس طرح کے قیام کو اپنی معراج سمجھتے تھے تقریباً ایک سو اہل کمال اس طرح شریک ہوتے تھے۔ جب عید کا چاند ہوا تو دمشق والے دنیاوی مشاغل میں لگ گئے ہر طرف سے طبل ونقاروں کی آوازیں آنے لگیں۔

گمان شد کہ آمد اسرافیل صور (اسرافیل نے گویا پھونکا ہے صور)

اور جیسا کہ شہر کے لوگوں کا قاعدہ عام شور وغل بڑھ گیا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ پریشان ہوگئے اور ایک زور کا نعرہ لگایا اور اس کے بعد مراقبہ میں مستغرق ہوگئے ایک گھڑی تک آپ کی یہ کیفیت رہی۔

شعر

تحیر کے دریا میں ڈالا جو سر
تفکر کے صحرا سے نکلے بدر

ایک گھڑی کے بعد آپ اس عالم تحیر سے باہر آئے تو فرمایا کہ رمضان کی بیسویں تاریخ سے مجھے عالم مشاہدہ میں ڈال دیا گیا تھا اور میں اسرار الٰہی کے معائینہ میں مشغول ومصروف تھا اس تمام مدت میں مجھ پر بے خودی طاری رہی مجھے یاد نہیں کہ ان ایام میں نمازیں میں ادا کر سکا ہوں یا نہیں خدام نے عرض کیا کہ حضرت قدوۃ الکبریٰ سے آداب نماز میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا الحمدللہ! اشرف کے وقت کو بھی شیخ اکبر اور سید الطائفہ شیخ

جنید بغدادی کے اوقات کی طرح (فروگذاشت) سے محفوظ رکھا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فتوحات مکیہ کے چالیسویں باب میں مذکور ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے آپے سے باہر کردیا اور ایک عرصہ مجھ پر گذار دیا کہ میں باجماعت نماز ادا کرتا تھا امام ہوتا تھا۔ اور نماز کے تمام ارکان جیسا چاہیے بجالاتا تھا لیکن مجھے اس کا کچھ شعور نہیں تھا نہ جماعت کا اور نہ مقام کا نہ عالم محسوسات سے مجھے کسی چیز کی خبر ہوتی تھی۔

یہ میں اس لیے بیان کررہا ہوں کہ حال سے افاقہ کے بعد مجھے اس سے خبردار کیا گیا۔ مجھے خود اس کا کچھ علم نہیں ہوا جو کچھ اس مدت میں واقع ہوا وہ ایک سوئے ہوئے شخص کی حرکات کی طرح تھا کہ اس کو اپنی ان حرکات کا علم نہیں ہوتا ہے جو اس سے صادر ہوتی ہیں۔ مجھے یہ علم ہوگیا کہ حق تعالیٰ نے میرے اوقات کو محفوظ رکھا ہے اور میرے ساتھ وہی کچھ کیا جو حضرت شبلی کے ساتھ کیا تھا کہ اوقات نماز میں ان کا شعور واپس آجاتا تھا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کو خود اس کا شعور تھا یا نہیں۔ اس بات کو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے جواب فرمایا۔

الحمدللّٰہ الذی لم یجر علیہ لسان ذنبٍ (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زبان گناہ اس پر جاری نہ فرمائی)۔

ازخود رفتہ کے افعال ظاہری:

اس موقع پر حضرت دریتیم نے عرض کیا کہ جب کوئی شخص ازخود رفتہ ہوجائے تو اس سے افعال ظاہری کس طرح سرزد ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک تو اس طرح کہ ملائکہ اس سے یہ افعال ظاہری کراتے ہیں اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ جب اعضاء و جوارح عادی ہوجاتے ہیں تو کوئی تعجب نہیں کہ فقدان شعور کے باوجود کارہائے معینہ ان سے سرزد ہو (بطور ملائکہ وہ کام انجام دیتے ہیں)۔

حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ فوائد معرفت کے سلسلہ میں حضور کچھ عنایت فرمائیں حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ پیر ہروی (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) شیخ ابی عبداللہ باکو سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سُنا ہے کہ احمد بن حسین بن منصور حلاج نے خجند میں بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے نفس کو کسی کام میں لگالو قبل اس کے کہ وہ تم کو کسی امر میں ڈال دے۔

شعر

کیا گر نہیں نفس کو روبراہ
تو جاتا کہ ڈالے تجھے زیر چاہ

میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ جس وقت کہ سارا عالم کام میں لگ جائے تو اس چیز میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ کونین کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا معرفت حق سبحانہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عارف خلق خدا کی موافقت میں حق تعالیٰ کی پرستش نہیں کرتا ہے بلکہ وہ خالق کی موافقت میں کام کرتا ہے اور پھر معرفت اس پردہ کو چاک کردیتی ہے جو بندہ اور خالق کے درمیان ہوتا ہے۔

شعر

یقین پھاڑتا ہے حجاب خیال

سرپردہ رہتا نہیں جز جلال

عارف کو چاہیے کہ وہ عوام کے ساتھ سنی طریقہ پر رہے اور خواص کے ساتھ عارف بن کر اپنی ذات کے ساتھ موحد بن کر اور اپنے نشان کے لحاظ سے گم ہو کر رہے۔

شعر

تجرد کے شاہ گدائے الٰہ

منازل سے آگاہ گم کردہ راہ

شیخ مرتعش سے منقول ہے کہ میں نے اس وقت تک اپنے کو باطن میں خاص صورت میں نہیں دیکھا جب تک ظاہر میں خود کو عام کی طرح نہیں دیکھا۔ اس عام سے مراد وہ عمومیت نہیں ہے جس کو عوام کہتے ہیں بلکہ اس سے ان کی مراد رتبہ اور مرتبت وسطیہ ہے۔

حضرت دریتیم نے عرض کیا کہ معرفت رسمی کے کیا فائدے ہیں؟ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ پیر ہروی خواجہ عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ کوئی چیز جسم نہیں پاتی مگر عارفانہ معرفت سے نہ تصدیقی معرفت سے۔ شیخ ابوعلی وقاق فرماتے ہیں: معرفة رسمية كقطرةٍ دسمية لاعليلاً تشفى ولا غليلاً تسقى

رسمی معرفت چکنائی کی بوند کی طرح ہے نہ اس سے علیل کو شفاء ہو سکتی ہے اور نہ وہ پیاسہ کو سیراب کر سکتی ہے لیکن نجات معرفت رسمی سے بھی ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ارشاد کیا کہ معرفت عواطف الٰہی کے دریاؤں کا ایک موتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لطائف نامتناہی کے معاون کا ایک جوہر ہے دیکھئے وہ کون سا سعادت مند ہے جس کے احوال کے تاج کے لئے یہ دُر التاج بنتا ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس موتی کو اپنی دُرِ دل میں بطورِ امانت سنبھال کر رکھے۔

شعر

جس پاک دل کے خانہ میں ہو دُرِ معرفت

وہ دل ہزاروں خلق سے بہتر ہے بالیقین

لاکھوں جہان اور جو اس میں ہے دیں اگر

کہ معرفت قبول فقط اور کچھ نہیں

اے عزیز! جوانمرد وہ ہے جو مقصد کونین کو ترک کر دے اور معرفت الٰہی میں مستغرق ہو جائے اور کامل وہ شخص ہے جو ثقلین کے وجود کو نہیں رکھتا دونوں عالم سے اس کو سروکار نہیں ہے اور حقوق معرفت و عرفان کو ادا کرتا ہے۔ آپ نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ:۔ شیخ محمد بن یوسف عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور صبح تک وہاں رہتے اور بار بار کہتے الٰہی؟ مجھے یا تو اپنی معرفت و شناسائی عطا کر دے یا پھر اس پہاڑ کو حکم دے کہ وہ میرے سر پر ٹوٹ پڑے۔

شعر

مجھے کوہ کا بار چنداں نہیں

جدائی مگر تیری آساں نہیں

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند بوڑھے مقام ابراہیم علیہ السلام پر بیٹھے ہیں میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔ قاری نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا میں وہیں چیخنے لگا اور فریاد کرنے لگا۔ بوڑھوں

نے قاری سے کہا کہ آپ خاموش ہو جائیں ۔اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اے جوان! تجھے کیا ہو گیا کہ تو فریاد کرنے لگا اور ابھی تو قاری نے ایک آیت کی تلاوت بھی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا کہ بسم اللہ کے کچھ معنی مجھے معلوم کرا دیئے ہیں جو وجد کا سبب ہوا۔سب نے کہا کہ تم کو باسم اللہ سماعاً (اس کے نام سے تمام آسمان اور زمین قائم ہوئے اور تمام چیزیں اس کے نام سے قائم ہوئیں ۔پس اللہ کا نام سن لینا کافی ہے) یہ سنتے ہی تمام بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بیچ میں مجھے بٹھالیا اور میری بہت عزت وتوقیر کی۔

شیخ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں یہ دعائیں کیا کرتا تھا:۔یارب مجھے اپنی معرفت عطا فرما ورنہ میری جان لے لے کہ تیری معرفت کے بغیر مجھے جان کی ضرورت نہیں ہے۔ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایک ماہ کے روزے رکھو اور اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کرنا۔روزے ختم کرنے کے بعد تم چاہ زم زم پر جانا اور پھر وہاں اپنی حاجت طلب کرنا۔چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب ایک ماہ گزر گیا تو میں زم زم پر آیا اور دعا کی ۔چاہ زم زم سے ہاتف نے مجھے پکار کر کہا۔ یاابن یوسف اختر من الامرین واحداً ایهمااحب الیک العلم مع الغنی والدنیا والمعرفة مع القلت والفقرا: اے ابن یوسف تم کو اختیار دیا جاتا ان دو باتوں میں سے ایک جو تم کو زیادہ پسند ہو اختیار کر لو۔**علم** دولت و دنیا کے ساتھ یا **معرفت** قلت اور فقر کے ساتھ۔ میں نے کہا کہ میں معرفت قلت وفقر کیساتھ اختیار کرتا ہوں پس چاہ زم زم سے آواز آئی کہ تمہیں عطا کیا تمہیں عطا کیا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب عارف کو وجدان میسر آجاتا ہے اور وہ کمالات سے موصوف ہو جاتا ہے تو اس کے ان کمالات کے آثار میں سے ایک بات یہ ہوتی ہے کہ اس پر ہمیشہ نسبت غالب رہتی ہے۔چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ علی ابن سہیل اصفہانی کو تحریر کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ ابوعبداللہ سے دریافت کرو کہ تم پر کون سی چیز غالب ہے۔چنانچہ علی ابن سہیل نے اپنے شیخ سے ہی سوال کیا ان کے شیخ نے فرمایا ان کو لکھ دو کہ واللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ (اللہ جل شانہ اپنے کام پر غالب ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اکابر صوفیاء سے اس واقعہ کو نقل فرمایا کہ عالم تم کو سرکہ اور حنظل چکھاتا ہے اور عارف تم کو مشک اور عنبر کی خوشبو سونگھاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبری نے فرمایا کہ علماء چونکہ احکام تکلیفی (شرعی) کے بیان کے مظہر ہیں وہ احکام شریعت بیان کرتے ہیں اس سلسلہ میں ان کے نفس کو جو کلفت ومشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو انہوں نے خل وحنظل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ارباب معرفت اور اصحاب وجدان حیات اصلی اور حقیقی کے چشمہ کے دھانہ پر پہنچ گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح احوال شریفہ کے آب شیریں سے آسودہ ہیں اکابر کی ہم نشینی اور ان کے فیض صحبت کے باعث ان کے احوال سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی جمعیت خاطر سے جو بہت ہی خوشبو دار ہے متاثر ہیں اثر پذیر ہیں اس لیے ان کے فیض رسانی کو مشک وعنبر سونگھانے سے تعبیر کیا ہے۔حضرت

دریتیم نے قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ تارک دنیا زاہدوں کی مراتب اور خدا پرست عارفوں کے مناصب کے مابین کیا فرق ہے؟ کہ زاہد صرف دنیا کو ترک کیے ہوئے ہے اور عارفان حق آخرت کے بھی خواہاں ہیں! سوائے ذات حق کے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے جواب میں فرمایا کہ ادنیٰ ترین فرق وہ ہے جو ایک ذرہ اور آفتاب میں ہے اس لیے زاہد کا مقصود آخرت کی لذتوں سے محظوظ ہونا اور وہاں کی نعمتوں سے لطف واندوز ہونا ہے جب کہ عارف کی خواہش اور آرزو مولیٰ کی تجلیات اور جمال لایزال کا نظارہ کرنا ہے۔

مصرعہ

تو دیکھ راستہ کا فرق ہے کہاں سے کہاں

حضرت قدوۃ الکبریٰ جامع صالحیہ دمشق میں تشریف فرما تھے ایک صاحب جو اوصاف عابدانہ اور کمال زاہدانہ سے متصف تھے آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ان کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شعر

ماہ بھر زاہد چلے اک دن کی راہ
سیر عارف ہر گھڑی تا تخت شاہ

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ خواجہ حافظ شیرازی درگاہ عالی کے ایک مجذوبوں میں سے ہیں اور وہ بارگاہ حق تعالیٰ کے ایک محبوب بندے ہیں وہ مجھ فقیر کے ساتھ نیاز مندی کا تعلق رکھتے تھے ایک مدت تک ہماری ان کی صحبت رہی ہے ایک روز ہم سر راہ بیٹھے تھے کہ اہل معارف اور زاہدوں کے مراتب کی بات ہونے لگی۔ خواجہ حافظ شیرازی نے یہ شعر پڑھا۔

شعر

رخ حبیب سے دشمن کے دل کو کیا حاصل
چراغ مردہ کہاں شمع آفتاب کہاں

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ کسی نے شیخ جعفر خلدی سے دریافت کیا کہ عارف کون ہیں انہوں نے جواب دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں اور وہ ہو جائیں تو وہ رہ نہ جائیں یعنی وہ لوگ نہ وہ ہیں اور اگر وہ ہیں تو وہ نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں زبان مبارک سے فرمایا۔

شعر

وہ لوگ جو وہ ہیں وہ لوگ نہیں وہ ہیں
وہ لوگ نہیں وہ سب بالیقین وہ ہیں

عارف کے دل کا آئینہ:

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ حضرت ممشاذ علو دینوری قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ عالم راز میں عارف کا دل اک آئینہ ہے جب وہ اس آئینہ میں دیکھتا ہے تو وہ اللہ کو دیکھتا ہے اس کے دل میں ایک جگہ ایسی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی اس میں جگہ نہیں پاتا۔

حضرت کبیر نے معرفت ذات کو دریافت کیا۔ حضرت ذوالنون مصری سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات حق میں علم کا نام جہل ہے اور حقیقت میں معرفت میں کلام کرنے کا نام حیرت ہے اور اشارہ کرنیوالے کا اشارہ کرنا شرک ہے۔ ذات حق میں بات کرنا نادانی ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس کو فرما دیا اس کی کیفیت ناقابل ادراک ہے اور ماننے اور تسلیم کرنے کے سوا

اس میں کچھ جائز نہیں ہے اور حقیقت معرفت میں گفتگو حیرت ہے کیونکہ وہ اپنے حقیقت کے حق میں سمجھتا ہے دوسرے سب عاجز اور حیرت زدہ ہیں۔ اپنی بزرگی کو آپ پہچان کراُسے معرفت باور کراتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری مدح نہیں کرسکتا اور نہ تیری ثناء کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا تونے خود اپنی مدح فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا یُحِیطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (اور وہ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے)

اس کو یہی جان لو کہ وہ ہے اللہ تعالیٰ یکتا و بے مثال اور اشارہ کرنے والے کا اشارہ شرک ہے۔ یعنی شرک خفی کیونکہ اشارہ کرنے والا چاہئیے اور وہ دوئی میں نہیں سماتا۔ وجود حقیقی وہ ہے اور باقی سب بہانہ ہے اور وہ وجودِ ہستی میں فرد ہے۔

سمجھ لو کہ حق کے سوا سب باطل ہے۔

طاہر مقدسی کا قول ہے کہ اگر لوگ عارف کا نور دیکھ پائیں تو اس میں جل جائیں اور اگر عارف وجود کے نور کو دیکھ لے تو سوخت ہوجائے۔ خدا شناسی کی حد نفوس سے اور اسکی تدبیروں سے محروم ہوجاتی ہے۔

حضرت شیخ خیرالدین سدھوری کے قول "عارفان زمانہ کی دو مشہور حالتوں" کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی اور اس کا الٹا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی کے بارے میں دریافت کرنے پر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسم ہے معرفت ذاتیہ اور معرفت صفاتیہ۔ صفات کے عارف کی زبان دراز ہوجاتی ہے اور ذات کے عارف کی زبان گونگی ہوجاتی ہے۔ یعنی جب بندہ نے کل کی نفی کی البتہ جزو وجود کل میں داخل تھا اور وہ بھی حقیقت نفی میں ہے اور حقیقت مثبت چاہئیے کہ شے کا اثبات کرسکے۔ نفی میں اثبات کا حکم اس سے اٹھ گیا، ضرور زبان کا گونگا ہوگا اور جب نفی کے چنگل میں سر کو باہر لاتا ہے اور اثبات کے کوچہ میں آتا ہے تو احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے۔ کوئی احکام کی فرمانبرداری سے مانوس ہوتا ہے۔ کوئی احکام شریعت کی باریکی اُس سے نہیں چھوٹتی باغنچہ دل بے حد شاد رہتا ہے اور نور بصیرت انوار الٰہی کے مشاہدہ اور اسرارِ لامتناہی کے معائنہ سے مسرور ہوتا ہے تو ضرور یہ کہنا کہ جس نے اللہ کا عرفان حاصل کیا اس کی زبان دراز ہوگئی اس کی حالت ہوجاتی ہے۔

حضرت اشرف جہانگیر سمنانی (قدوۃ الکبریٰ) نے نہایت معرفت کی اس طرح تعریف فرمائی کہ نہایت معرفت کا حق پانا ہے اس طرح کہ اس سے یہ وصف معرفت کبھی جدا نہ ہو جس طرح سے بینائی آنکھ سے اور سماعت کانوں سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حکمت رومی رحمۃ اللہ علیہ

ایک پرندہ کیڑے کی تاک میں تھا کہ موقع پائے تو اس کو لقمہ بنائے۔ ادھر ایک بلی اسی پرندے کی گھات میں تھی اس نے موقع پایا اور پرندے کو دبوچ لے گئی۔ یہ پرندہ لقمہ خور بھی تھا اور بذات خود لقمہ بھی وہ اپنے شکار کی دھن میں اس سے غافل تھا کہ کوئی خود اسکی گھات میں بھی ہے۔ اس دنیا میں ہر ایک کا یہی حال ہے جو دوسروں کو لقمہ بنا سکتا ہے وہ خود بھی کسی کا لقمہ بن سکتا ہے۔ اس حقیقت کو کبھی نہیں بھولنا چاہئیے۔ (مولانا روم)

راہ طریقت

حضرت اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ

ایک عقید تمند شریک محفل ہوئے اپنے والد محترم کے لئے دعا کی درخواست کی اور بتایا کہ ان کے سیدھے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ کہنے لگے ''شاہ صاحب'' بڑی حیرت ہے کہ صرف ایک فٹ کی بلندی سے پیر پھسلا اور کچھ اس طرح گرے کہ فریکچر ہوگیا۔ میں نے ان سے کہا حیرت کی بات یہ نہیں کچھ اور ہے ذرا حیران ہوکر پوچھا وہ کون سی؟ میں نے کہا حیرت اس پر ہے کہ تم یا تمہارے ابا جان نے یہ نہ سوچا کہ وہ کون سی بڑی تکلیف ہوگی جس سے اللہ تعالی نے بچایا اور اس چھوٹی تکلیف تک معاملہ رہا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ پہلے اس بات کا شکر کیا جائے کہ اللہ نے کسی بڑی تکلیف سے محفوظ رکھا۔ پھر اس سے چھوٹی تکلیف پر صبر کیا جائے اور روحانیت کی دعا کی جائے۔

وہ صاحب بے ساختہ بولے: شاہ صاحب ہمیں کیا معلوم کہ وہ بڑی تکلیف کون سی تھی جس سے اللہ نے بچایا۔

میں نے کہا کہ یہیں تو تمہارے ایمان بالغیب کا امتحان ہے۔ دنیا مصائب وآلام اور آفات کا گھر ہے۔ قدم قدم پر حادثات میں سانحات میں ۔تم تو یہ کہتے ہو کہ بمشکل ایک فٹ بلندی سے پیر پھسلا اور ہڈی ٹوٹ گئی۔ دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ کھڑے کھڑے گرے اور اللہ کو پیارے ہوگئے ابھی چند روز قبل ہی کی بات ہے کہ ایک شادی ہال میں ایک نہایت ہی مرنجا مرنج اور خوش مزاق شخص جو اپنی گفتگو سے جان محفل بنا ہوا تھا بوقت رخصت رسم ورواج کے مطابق میزبان کو تھیلی دیتے ہوئے ابھی اتنا کہہ پایا تھا کہ بہت عمدہ کھانا۔۔۔گرا اور اللہ کو پیارا ہوگیا۔ مہمان ومیزبان سب حیران وپریشان ہوگئے۔ کسی کو یقین نہ آتا تھا کہ جو ابھی چہک رہا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں اسکا مردہ جسم سامنے ہے۔ ہر شخص ہلا جلا کر دیکھ رہا تھا کوئی نبض دیکھتا تھا کوئی سینے پر اپنا کان رکھے دل کی دھڑکن سننا چاہتا تھا۔ جبکہ اس شادی ہال میں کئی ڈاکٹر صاحبان بھی مہمان کی حیثیت سے آئے ہوئے تھے سب نے فیصلہ دیدیا تھا کہ یہ ختم ہوگئے۔ لیکن احباب پھر بھی انھیں ہسپتال لے کر گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان کو دفنانے میں کافی تاخیر بھی اس لئے کی گئی کہ کہیں سکتہ نہ ہوگیا ہو۔ گھر والے تو گھر والے دوسروں کو بھی یقین نہیں تھا کہ اب یہ اس دنیا میں نہیں ۔ اسی لئے ارشاد خداوندی ہے کہ **فاعتبروا یا اولی الابصار** ۔آنکھیں رکھنے والو عبرت حاصل کرو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اردگرد عبرت کے سامان بکھرے پڑے ہیں۔

ہر واقعہ، ہر حادثہ اور ہر سانحہ درسِ عبرت دیتا ہے لیکن ہماری آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

اگر تم تھوڑے نقصان پر یہ سوچ لیا کرو کہ اس سے بڑا بھی نقصان ہوسکتا تھا جس سے اللہ نے محفوظ رکھا تو پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ تمہیں

اپنے نقصان پر صبر آ جائے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ان دیکھے بڑے نقصان کا اور اس سے محفوظ رہنے کا یقین کر کے تم ایمان بالغیب کا ثبوت دو گے۔ اور بالعمل تمہارے ایمان وایقان میں پختگی پیدا کر دے گا۔

ایک اور معتقد ہیں وہ اپنے معاملات سے بے حد پریشان تھے بقول ان کے الجھن بڑھتی جاری تھیں۔ کافی عرصہ غیر حاضر رہ کر درگاہ عالیہ اشرفیہ میں حاضری دی۔ دعا کی درخواست کی۔ لوگوں کا یہ طرز عمل تو میں شب و روز دیکھتا ہوں کہ وقت پڑتا ہے تو دوڑے چلے آتے ہیں۔ اور جب اللہ کے حکم سے کام بن جاتا ہے تو پھر وہ ادھر کا راستہ ہی بھول جاتے ہیں۔ میں نے ان صاحب کو دیکھتے ہی پوچھا کہیے! خیر تو ہے؟

جواباً انھوں نے تفصیل سے اپنے حالات بتائے۔ میں نے انھیں آیت کریمہ کے ختم میں شرکت کو کہا جو درگاہ عالیہ اشرفیہ کا معمول بن چکا ہے۔ وہ باقاعدگی سے شرکت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا ان کے معاملات ایک ایک کر کے درست ہوتے چلے گئے۔ ایک دن مٹھائی کا ڈبہ لئے حاضر ہوئے اور بولے۔

شاہ صاحب! آپ کی دعاؤں سے میرے سارے معاملات درست ہو گئے ہیں۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔

ایسے لمحات میرے لئے نہایت کرب اور آزمائش کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے لمحات ہر روز سامنے آتے ہیں۔ میں بہت سمجھاتا جاتا ہوں انہیں بھی سمجھایا میں نے سوال کیا۔

تمہارے معاملات کس نے درست کئے؟

بولے: اللہ تعالیٰ نے

میں نے کہا: بے شک! میرا شکریہ ادا کر رہے ہو اور میرے لئے مٹھائی لائے ہو۔ کیا سوچ کر۔ کیا سمجھ کر؟

بولے: اپنا پیر و مرشد سمجھ کر اور یہ سوچ کر کہ آپ نے دعا فرمائی اللہ نے مجھ پر کرم کی بارش کر دی"

میں نے کہا: بالکل درست لیکن یہ بتاؤ کہ اللہ کا شکر کس قدر ادا کیا۔ اللہ کے نام پر صدقہ خیرات کتنی کی؟ بطور شکرانہ احکام خداوندی کی تعمیل میں کتنے سرگرم عمل ہوئے؟

بولے: شاہ صاحب! میں نے سوچا کہ پہلے آپ کی خدمت میں حاضری دے لوں اور آپ سے مشورہ کرلوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

میں نے ان صاحب کو بھی اور محفل میں موجود دوسرے افراد کو بھی بتایا شکر خداوندی ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ احکام خداوندی کی تعمیل میں سرگرم عمل ہو جاؤ۔ اس کی بارگاہ میں سجدہ ریزی کی لذت حاصل کرو۔ اپنے گناہوں کی مغفرت اس کی بخشش کے طلب گار ہو۔ دعاؤں کی کثرت کرو اس لئے کہ دعا بذات خود عبادت ہے۔ اپنا محاسبہ کرو۔ حقوق کی ادائیگی میں تساہل نہ ہو تو فرائض کی حقیقت کو سمجھو۔ یاد رکھو تم پر جو فرض ہے وہ حقیقت میں تم پر فرض ہے اس کو ادا کرنا تم پر لازم ہے۔ بعض لوگوں نے شکر خداوندی کا ظاہری طریقہ ہی اپنا رکھا ہے یعنی زبانی شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ہر جمعرات نذر کرادی۔ مسجد میں یا مدرسہ میں دس پانچ روپے چندہ دیدیا یا بہت کیا تو احباب کی دعوت کردی یہ سب کچھ بجا اور درست لیکن فرائض سے غفلت احکام خداوندی

کی ادائیگی سے گریز اور قرآن وسنت سے دوری تمہاری ہر ظاہری عمل کو برباد کردیتی ہے۔زبانی شکرادا کرتے رہنا اور عملاً ناشکری کرنا اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند آسکتا ہے۔

ایک اور صاحب ہیں اچھے خاصے دیندار نیک اور صوم صلوٰۃ کے پابند انہیں ہر وقت یہ شکوہ رہتا ہے کہ ان کی نسبت اور دوسروں پر اللہ کا کرم زیادہ ہے جبکہ دوسرے نہ نماز کے نہ روزے نہ دین کے سو فیصد دنیا کے۔اور دنیا ان کی۔ایک روز درگاہ آئے۔کچھ چپ چپ اور فکر مند۔علیک سلیک کے بعد ایک کونے میں خاموش بیٹھ گئے۔میں نے پوچھا کہیے کیا خیر ہے؟

آہستگی سے بولے:

شاہ صاحب! میرے پڑوس کا دس ہزار کا انعامی بانڈ نکل آیا ہے۔

میں نے پوچھا۔

پھر اس میں افسوس کی کیا بات ہے؟ بولے۔

بس یہی تو غم ہے کہ۔ہُن برستا ہے اغیار کے کاشانوں پر۔میں نے ان کے دل کی بات مکمل کی۔ برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر۔ اسوقت محفل میں اچھے خاصے لوگ تھے میں نے مناسب سمجھا کہ کر ان صاحب کی اصلاح کردی جائے اور کچھ فائدہ موجود دوسرے لوگوں کا بھی ہوجائے۔میں نے کہا: یہ بھی ایک بیماری ہے کہ انسان دوسروں کو دیکھ کر کڑھتا ہے۔ جلتا ہے۔اپنی اچھائیاں، خوبیاں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتیں نظروں سے اوجھل رہتی ہیں کہ ان کے پاس کیا ہے۔کتنا ہے اور کیوں ہے ایسا انسان کڑھتا رہتا ہے۔جلتا رہتا ہے۔حسد میں مبتلا رہتا ہے یہ ایسی بیماری ہے جس کا علاج کسی ڈاکٹر یا حکیم کے پاس نہیں ہے بلکہ یوں کہیے کہ اس بیماری کا علاج کسی طب میں نہیں۔کوئی طریق علاج ایسا نہیں جس سے کڑھن، جلن اور حسد کی بیماری دور کی جاسکی۔

اسلئے کہ یہ جسمانی بیماری نہیں ہے۔ اس بیماری کا علاج طب وروحانی میں ہے۔ایک بہت عمدہ اصول ہمیں بتایا گیا ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے سے بہتر لوگوں پر نظر رکھو اور دنیا کے معاملات میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھو۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہمیں اپنی سوچ کا اندازہ منفی نہیں رکھنا چاہیئے مثبت رکھنا چاہیئے۔ قناعت اور شکر گزاری کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کسی مالدار شخص کو دیکھ کر ایک سوچ تو یہ ہوسکتی ہے کہ میں مالدار کیوں نہیں ہوں۔ یہ سوچ منفی ہے اس سے ناشکری اور ناسپاسی جنم لیتی ہے۔جلن اور کڑھن پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس ایک سوچ اور ہوسکتی ہے اگر فلاں شخص مالدار ہے تو مجھے اس سے کیا؟ اگر میرے پاس دولت نہیں تو کیا ہوا۔اللہ کی دوسری بے شمار نعمتیں مجھے ایسی میسر ہیں جو مالدار کو میسر نہیں۔ پھر یہ موازنہ کرو کہ تم کتنوں سے بہتر حالات میں ہو۔ یہ سوچ تمہیں شکر گذاری کی توفیق عطا کرے گی اطمینان قلب اور روح کا سکون میسر آئے گا۔دوسروں پر نظر رکھنے کے بجائے اپنی ان خوبیوں پر نظر رہے گی جو اللہ رب العزت نے عطا فرمائی ہیں۔شکر گذاری سے ہی فرصت نہیں ملے گی۔انسان اپنے سر کے بالوں سے لے کر پیروں کے ناخن تک نظر ڈالے اور شکر خداوندی ادا کرے کہ اس کے رب نے کیا کیا نعمتیں عطا کی ہیں۔ پھر جو نعمتیں میسر ہیں ان کا جائزہ لے تو بات پھر وہیں آئے گی کہ تم میری کس کس نعمت کو ٹھکراؤ گے

اور اگر ان نعمتوں کے شمار کا مسئلہ آئے پھر فرمان خداوندی یاد آئے گا کہ ''تم گن نہ سکو گے''۔

توکل قناعت اور راضی بہ رضا رہنا وہ صفات ہیں جو انسان میں حسد کی بیماری نہیں پیدا ہونے دیتیں۔حاسد اپنے ہی حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔یہ بہت بڑا عذاب ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔آیئے ہم سب اپنی محرومیوں پر نظر رکھنے کے بجائے صرف یہ دیکھیں کہ ہمیں ہمارے رب نے کیا کیا نعمتیں عطا فرمائی ہیں ہم کون کون سی خوبیوں کے مالک ہیں۔ہم میں کون کون سی خصوصیات ایسی ہیں جن سے دوسرے محروم ہیں۔اور یہ سب کچھ دیکھنے اور سوچنے کے عمل کے دوران اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔گویا اپنے رب کو راضی کرتے ہیں۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

کشف القلوب

ایک مرتبہ حضرت سید میراں بھیکہ چشتی شاہ جہاں آباد تشریف لائے اور نواب تہور خاں کے مکاں پر فروکش ہوئے۔اس سہ پہر کو آپ کی خدمت میں بہت سے اہل شہر تھے۔ نواب کا ملازم ایک تھالی میں گلوریاں لے کر آیا اور گلوریوں کی تھالی حضرت کے روبرو رکھی آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک گلوری تمام حاضرین کو تقسیم کی مگر نواب تہور خاں کو نہ دی یہ صورتحال دیکھ کر نواب تہور خاں کے دل میں خیال آیا کہ نہ جانے حضرت نے مجھے کیوں محروم رکھا۔ابھی نواب کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ ایک گلوری تھالی میں اڑی اور نواب کے ہاتھ میں جا پڑی۔آپ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا تہور خاں تمہاری مراد تمہیں ملی۔نواب یہ خلاف فطرت واقعہ دیکھ کر حیرت زدہ تھے جب حضرت کا جملہ سُنا تو خوشی سے پھولے نہ سمائے اور آداب بجا کر اس گلوری کو نوش کیا۔

شفاعت کے حقدار

اقبال آفریدی مراد آباد (بھارت)

حقدار وہی ہوں گے محشر میں شفاعت کے
شیدا جو رہے ہوں گے ناموس رسالت کے
تھے قرب جنہیں حاصل اسرار مشیت کے
ان پر ہی ہوئے ظاہر اوصاف نبوت کے
دنیا میں رہے حامی جو ان کی محبت کے
محشر میں وہی ہوں گے حقدار بھی جنت کے
پیغام دیا تم نے دنیا کو محبت کا
کہتی ہیں تمہیں دنیا بانی ہو محبت کا
مُردوں کو کیا زندہ منکر ہوئے شرمندہ
ہیں دونوں جہاں قائل سرکار کی عظمت کے
دنیا کی عداوت نے دوزخ سا بنایا ہے
اب چاک کرو پردے دنیا کی عداوت کے
احکام شریعت سے رغبت ہی ہو جس کو
اقبال وہ کیا جانے اسرارِ شریعت کے

وظائف اشرفیہ

حضرت غوث العالم رحمۃ اللہ علیہ کی رُباعی

حضرت اشرف المشائخ ابو محمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ

حضرت غوث العالم محبوب یزدانی میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی ایک رباعی آج افادۂ عام کے لئے پیش خدمت ہے ان کا مسلسل ورد کتنے بہتر نتائج پیدا کرتا ہے۔ پڑھنے والے کو اللہ کے فضل وکرم سے کیسے کیسے مصائب والام سے بچاتا ہے اور اس وظیفے کے عامل کے روحانی مراتب کو کس درجہ بلند کرتا ہے۔ یہ لکھنے کی چیز نہیں ہے اسے خود آزما کے دیکھیے تجربے کے بعد جب حقیقت روز روشن کی طرح آپ پر عیاں ہوگئی تو آپ بھی اس وظیفے کی خوبیاں بیان کرنے سے عاجز ہوں گے۔ لیکن اس کی برکتوں سے ان شاء اللہ مالامال ہوں گے۔

میں نے بارہا ہدایت کی ہے کہ راہ سلوک طے کرنے والوں کے لئے ادارہ محبت وعقیدت اور یقین کامل ہے۔ اللہ تعالی پر مکمل بھروسہ کرکے بہ طفیل نبی اکرم ﷺ جب ہم بزرگان دین کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ آقائے دوجہاں محبوب خدا حضرت محمد مصطفے ﷺ کی نظر عنایت ہوتی ہے بلکہ قرب الٰہی کی نعمت عظمٰی بھی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت اپنے آخری نبی مکرم ﷺ کے صدقے میں توجہ فرماتا ہے اور پھر انسان جو چاہتا ہے اُسے مل جاتا ہے۔ لیکن شکوک وشبہات اور تذبذب میں مبتلا انسان ہرگز ہرگز یہ سعادت حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر آپ کی ایک رباعی پیش کررہا ہوں اسے ایک بہت بڑا روحانی ہتھیار سمجھے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ اس کے فوائد بیشمار ہیں۔ ہر آڑے وقت کام آنے والا وظیفہ ہے۔ ہر مشکل اور ہر مسئلے کا حل ہے۔ مصائب سے نجات کا ذریعہ ہے۔ دشمن کی شرارت حاکم وقت یا کسی بدماغ افسر کی جانب نقصان کے اندیشے کا مؤثر سدباب ہے۔

عقیدت ومحبت سے دوراور روحانی عظمتوں سے ناواقف لوگوں کو یہ جرأت نہ ہوسکے گی کہ میرے اس دعوے کو جھٹلاسکیں بلکہ وہ جب اس وظیفے کا ورد کریں گے تو خود قائل ہوجائیں گے۔

اول وآخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ ۱۰۱ مرتبہ ان دوشعروں کا ورد ضرورت پڑنے پر خلوص نیت سے کیجئے اور نتیجہ اللہ تعالی پر چھوڑ دیجئے۔ ان شاء اللہ کامیابی وکامرانی آپ کے قدم چومے گی۔ پنج وقتہ نماز کے بعد ان اشعار کا اپنی سہولت کے مطابق کسی بھی مقررہ تعداد میں پڑھتے رہنا۔ حیرت انگیز نتائج پیدا کرتا ہے۔ کسی بھی دشمن یا ظالم وجابر حاکم یا بدماغ افسر کے سامنے جانے سے پہلے سات مرتبہ ان اشعار کا ورد ہر طرح ان کی حفاظت کا سبب ہوگا۔ رُباعی یہ ہے:

من غلامِ سید اشرف پیرو مرشد رہنما
ہر مرادِمی رسانم ہر کہ دست گیرما

اسلامی معلومات

مخدوم زادہ سید محبوب اشرف جیلانی

سوال: نبی کسے کہتے ہیں؟

جواب: نبی اُس ہستی کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت کیلئے منتخب کر کے اس دنیا میں بھیجتا ہے۔

سوال: رسول کسے کہتے ہیں؟

جواب: رسول اُس نبی کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نئی شریعت اور اپنی مقدس کتاب بھی عطا فرماتا ہے۔

سوال: پیغمبر کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچانے والے نبی یا رسول دونوں کو پیغمبر کہتے ہیں۔

سوال: دنیا میں کل کتنے پیغمبر بھیجے گئے؟

جواب: فرمان نبوی ﷺ بحوالہ مسند احمد بن حنبل "حضرت آدم سے مجھ تک کم وبیش ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا"۔

سوال: ان میں سے کتنے پیغمبر صاحب کتاب تھے؟

جواب: کم وبیش 313 پیغمبر صاحب کتاب تھے (بحوالہ مسند احمد)

سوال: کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ 313 الہامی کتابیں نازل ہوئیں؟

جواب: مکمل کتابیں صرف چار نازل ہوئیں باقی تمام صحیفے ہیں۔

سوال: ان پیغمبر کا نام بتایئے جن کا ذکر چاروں آسمانی کتابوں میں آیا ہے؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام حضرت اسمٰعیل علیہ اسلام ہے دوسرے بیٹے کا نام بتایئے؟

جواب: حضرت اسحٰق علیہ السلام

سوال: اُن نبی کا نام بتایئے جن کی اولاد کو قرآن نے بنی اسرائیل کہا ہے؟

جواب: حضرت یعقوب علیہ السلام

سوال: حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: عبرانی زبان میں حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے۔

سوال: اُن نبی کا نام بتایئے جو مصر کے بازار میں غلاموں کی طرح فروخت ہوئے پھر اس سرزمین کے حکمران بنے؟

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام

سوال: اُن نبی کا نام بتایئے جن کے سوتیلے بھائیوں نے انہیں کنویں میں پھینک دیا تھا؟

جواب: حضرت یوسف علیہ السلام

سوال: حرم کعبہ میں ایک پتھر پر قدم کا نشان ہے نام بتایئے وہ کس نبی کے قدم کا نشان ہے؟

جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے۔

☆☆☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاشرف نیوز

سید صابر اشرف جیلانی

حضرت فخر المشائخ مدظلہ العالی کی حج بیت اللہ سے واپسی۔

حضرت فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی مدظلہ العالی اپنے برادر اصغر سید اعراف اشرف جیلانی کے ہمراہ مورخہ ۲۷ اکتوبر کو حج بیت اللہ کے سلسلہ میں حجاز مقدس روانہ ہوئے آپ کا یہ سفر کیونکہ ۲۴ روز پر مشتمل تھا اس لئے پہلے دو روز مکہ معظمہ میں قیام کے بعد مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا قیام فندق دار العمل میں تھا۔

مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران ۴۰ نمازیں مکمل کی اور زیارتِ مدینہ فرما کر حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچے اس دوران آپ مسلسل اپنے ساتھیوں کے لئے تربیتی نشست منعقد کرتے رہے اور مسائل حج سے آگاہ فرماتے رہے حج کے پانچ روز آپ نے عبادت کے ساتھ ساتھ ساتھیوں کی تربیت بھی فرمائی۔ ۲۱ نومبر بروز پیر PIA کی پرواز سے جدہ سے کراچی پہنچے ایئر پورٹ پر برادران اور مریدین ،معتقدین کی بڑی تعداد میں آپ کا استقبال کیا۔

عیدالاضحیٰ کی نماز: جامع مسجد فاروقی گلبہار میں صاحبزادہ سید جمال اشرف جیلانی نے 7:45 بجے عید کی نماز کی امامت فرمائی۔

زینت المشائخ ابوالحسین حکیم سید اشرف جیلانی مدظلہ العالی نے جامع مسجد غوثیہ گلبہار میں 8:00 بجے عید کی نماز کی امامت فرمائی۔

درگاہ عالیہ اشرفیہ کی جامع مسجد قطبِ ربانی میں حضرت محبوب المشائخ مخدوم زادہ سید محبوب اشرف جیلانی نے 8:30 بجے نمازِ عید کی امامت فرمائی اور صاحبزادہ سید مکرم اشرف جیلانی نے خطاب فرمایا۔

جامع مسجد نورانی خالد آباد میں سید مصطفیٰ اشرف جیلانی نے 8:45 بجے نماز عید کی امامت فرمائی۔

تربیتی نشست: درگاہ عالیہ اشرفیہ میں ہر اتوار کو مریدین کے لئے تربیتی نشست کا اہتمام کیا جاتا ہے جس سے حضرت فخر المشائخ مدظلہ العالی خطاب فرماتے ہیں آپ کیونکہ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے اس لئے آپ کے برادر اصغر حکیم سید اشرف جیلانی نے اس ماہ کی چاروں نشستوں سے خطاب فرمایا۔

پہلی نشست میں فضائل مدینہ پر خطاب کیا اور احادیث کی روشنی میں مدینہ کے فضائل اور زیارت مدینہ کے متعلق تفصیل سے بیان کیا۔

دوسری نشست میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی آزمائش اور قربانی کے متعلق مدلل خطاب فرمایا۔

تیسری نشست میں قربانی کے فضائل اور مسائل بیان کئے۔

چوتھی نشست میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی اور آصف برخیا کی تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سُلیمان علیہ السلام کے دربار میں لانے والی کرامت کا ذکر بیان کیا۔